يد الله على الجماعة (ترمذی) لا جماعة إلا بإمارة (دارمی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ تنظیمِ اہلِ حدیث لاہور

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان

بانی: مجتہد العصر محقق دوراں حجۃ الاسلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

بیاد: سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ

حافظ محمد جاوید روپڑی رحمہ اللہ

نگرانِ اعلیٰ: صاحبزادہ عارف سلمان روپڑی

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 58 | شمارہ 40 | جمعۃ المبارک 18 تا 24 اکتوبر 2014ء | فون 042-37656730 | فیکس 042-37659847

مومنین کی صفات

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ "بیشک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں" (القرآن) اہل ایمان کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دینا یقیناً مسلمانوں کو ایک تسبیح کی مانند پرو دینے کا نام ہے اور ایمان والوں کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ انھیں خود رب العالمین نے بھائی چارے کا درس دیتے ہوئے آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنے کا حکم دیا ہے۔

معاشرے میں پرسکون اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے مسلمانوں میں کچھ باہمی حقوق بھی بزبانِ رسول ﷺ وضع فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَغْتَابُهُ وَلَا يَحْزُنُهُ وَلَا يَحْرِمُهُ "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے نہ اسے (بے یار و مددگار) چھوڑتا ہے، نہ اس کی غیبت کرتا ہے، نہ اسے غمگین کرتا ہے اور نہ اسے اس کے حق سے محروم کرتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى "مومنوں کی مثال آپس کے لطف و محبت اور ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم، جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے بعض دفعہ اسی تکلیف کے سبب بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور جسد واحد کی طرح ہیں اور پھر ان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ نہ تو کسی پر ظلم کرتے ہیں نہ کسی کی غیبت کرتے ہیں نہ کسی کو اس کے حق سے محروم کرتے ہیں بلکہ وہ جسم کے اعضاء کی طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ یقیناً اگر ہر انسان اپنی زندگی کو ان اوصاف حمیدہ سے متصف کر لے تو معاشرہ نہ صرف بہت سے جرائم سے بچ سکتا ہے بلکہ امن کا گہوارہ بھی بن سکتا ہے۔

www.jaamia.com weekly.tanzeem@gmail.com

درس حدیث

حافظ عبدالوحید روپڑی (سرپرست جماعت اہلحدیث)

حصول امن کے سنہری اصول بزبان رسول مقبول

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ فِي خَلَاءٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ إِلَى نَفْسِهَا قَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ ۔ ''سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جنھیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا فرمائیں گے اس دن عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (1) انصاف کرنے والا حکمران (2) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی ہو (3) وہ نوجوان جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور خوف الٰہی کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ (4) وہ نوجوان جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے یعنی اس کے دل میں مسجد کی محبت اس قدر موجود ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد جانے کے لیے بے قرار ہوجاتا ہے (5) وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی کے لیے محبت کرتے ہیں اسی پر وہ جمع ہوتے اور اسی پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں (6) وہ شخص جسے خوبصورت حسب ونسب والی عورت گناہ کی دعوت دے لیکن وہ اس کے جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (7) وہ شخص جس نے چھپا کر صدقہ کیا تو اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہیں کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔'' (بخاری بشرح الکرمانی کتاب المحاربین باب من ترک الفواحش ج 23 ص 160 رقم الحدیث: 6806 مسلم کتاب الزکاۃ باب اخفاء الصدقۃ ج 4 جز 7 ص 102 رقم الحدیث: 1031)

رسول اللہ ﷺ نے اس روایت میں سات آدمیوں کے متعلق روز قیامت عرش الٰہی کی نوید سنائی ہے اور یہ ساتوں وہ خوش نصیب ہیں جو ظلم کرنے سے بچتے اور ذکر الٰہی میں دن رات مشغول رہے رحمت الٰہی کی امیدوں میں سمائے ہوئے اپنے گناہوں کو یاد کرکے خالق حقیقی سے معافی کے طلبگار رہے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے تمام حرام کردہ کاموں سے اجتناب اور حدود اللہ کی پاسداری کرتے رہے اور دنیا کی ظاہری رنگینیاں انھیں راہ راست سے پھسلا نہ سکیں اور وہ اللہ کے دیے ہوئے مال سے اس طرح صدقہ کرتے کہ ان کے دوسرے ہاتھ سے بھی مخفی ہوتا۔ یہ وہ صفات حمیدہ ہیں جن کے سبب انسان اللہ کا محبوب اور برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے۔ ایسے انسان سے تمام آسمانی اور زمینی مخلوقات محبت کرنا شروع کردیتی ہیں جیسا کہ ایک آدمی کسی ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف اپنے کسی بھائی کی زیارت کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں اسی طرح حدیث میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ، قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا، قَالَ: لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ

(بقیہ ص: 6)

جماعت اہل حدیث کا خصوصی ترجمان
ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور
مدیر انتظامی
حافظ عبدالوہاب روپڑی
فاضل ام القریٰ مکہ معظمہ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی: حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر: حافظ عبدالجبار مدنی
معاون مدیر: مولانا شاہد محمود جانباز
منیجر: حافظ عبدالظاہر عازب 0300-8001913
Abdulzahir143@yahoo.com
کمپوزنگ: وقار عظیم بخشی 0300-4184081

فہرست

درس حدیث 1
اداریہ 2
الاستفتاء 5
تفسیر سورۃ الاعراف 7
سیدنا عثمان غنیؓ 9
وجود باری تعالیٰ 14

زرتعاون

فی پرچہ ..... 10 روپے
سالانہ ..... 500 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمن گلی نمبر 5 چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ — پروفیسر میاں عبدالمجید

قائدین جماعت کا ضلع ہری پور اور ایبٹ آباد کا تبلیغی دورہ

جب بھی ہری پور ایبٹ آباد اور گلیات کا تذکرہ ہوتا ہے تو حضرت مولانا محمد عبداللہ کی یاد آتی ہے مسلک کی تبلیغ واشاعت کے لیے انھوں نے تن تنہا وہ کام کیا جو بڑی بڑی جماعتیں نہیں کرسکتیں۔ راقم الحروف سے وہ اپنے بچوں کی طرح شفقت ومحبت فرمایا کرتے تھے جب بھی مل بیٹھتے تو حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی کا تذکرہ ضرور فرماتے کہ کس طرح ان دشوار گزار علاقوں میں حافظ صاحب مناظرانہ اور تبلیغی مساعی فرماتے رہے۔ مولانا محمد عبداللہ کا صدقہ جاریہ ان کا تدریسی مرکز ہے جسے ان کے ہونہار فرزند ارجمند حافظ عبدالوحید اپنے بڑے بھائی انجینئر حافظ عبدالباری کی سرپرستی میں بڑی محنت اور جانفشانی سے علاقہ کے لیے بقعہ نور بنائے ہوئے ہیں۔

گذشتہ جماعت کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں بھی اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً دونوں بھائیوں کا اصرار رہا کہ حضرت الامیر حافظ عبدالغفار روپڑی حفظہ اللہ علاقے کا تفصیلی دورہ کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ 23 ستمبر کو سعودی سفارتخانے سے تقریب میں شمولیت کے بعد ہری پور کا دورہ کیا جائے۔ تقریب سے فراغت کے بعد حضرت الامیر کی قیادت میں راقم الحروف، حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی اور سیٹھ سلیمان انصاری اسلام آباد سے عازم ہری پور ہوئے۔ افسوس اس مرتبہ خرابی طبع کی بدولت مفسر قرآن، مناظر اسلام حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ شریک سفر نہیں تھے۔ ان کی کمی ہر مقام پر محسوس ہوتی رہی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے یہ مختصر قافلہ ہری پور مولانا عبداللہ کے مرکز پہنچا۔ جامع کے استاد قاری خالد کو ہمارا افسر مہمانداری بنادیا گیا تھا۔

قاری صاحب ماشاء اللہ جوان عمری میں بڑے صالح، محنتی اور قابل استاد ہیں۔ سلف صالحین کے طریقہ پر شعبہ حفظ کے طلباء کو سحر خیزی کا عادی بنانا اور اس "ناشئۃ اللیل" کے اوقات میں تدریس قرآن کا عمل اب دینی مدارس میں بہت کمیاب ہوگیا ہے حالانکہ برصغیر میں اہلحدیث مسجد کی پہچان ہی سحری کی اذان اور بعد نماز فجر درس قرآن مجید ہوتی تھی۔

بعد نماز فجر حضرت الامیر نے درس قرآن مجید ارشاد فرمایا۔فکر آخرت حضرت حافظ صاحب کا خاص موضوع ہے۔ایک مسلمان کی زندگی میں تقویٰ، زہد، پرہیزگاری کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ حضرت حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث بھی ہیں۔قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے مزین آپ کا درس قرآن اتنا موثر تھا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔درس قرآن کے بعد آرام کرنے کا خیال تھا لیکن احباب جماعت حافظ عبدالباری کی رفاقت میں جماعتی امور تنظیمی معاملات اور مقامی طور پر جماعت کی کاوشوں کا تذکرہ حضرت حافظ صاحب سے رہنمائی کی درخواست یہ ایسی مجلس تھی جس پر نیند کو قربان کرنا ہی بہتر تھا۔ حافظ عبداللہ کی بے پناہ خوبیوں میں مہمان نوازی بہت نمایاں صفت تھی۔ الحمدللہ حافظ عبدالوحید نے بھی باپ کی تدریسی وراثت سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اکرام الضیوف کی صفت کو تابندہ رکھا ہوا ہے۔لاہوری مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے لسی سے صبحانے کا آغاز کیا اور پھر دسترخوان انواع واقسام کی نعمتوں سے بھر گیا۔ناشتے سے فراغت کے بعد اگلی منزل کے لیے روانگی کی تیاری شروع ہوگئی۔ساڑھے گیارہ بجے تک تمام ساتھی نہادھو کر لباس تبدیل کرکے روانگی کے لیے تیار تھے۔

ہماری اگلی منزل ایبٹ آباد شہر کی مرکزی جامع مسجد عائشہ صدیقہ تھی جہاں نماز ظہر کے بعد حضرت الامیر نے درس قرآن ارشاد فرمانا تھا۔مولانا محمد یوسف خطیب مرکزی جامع مسجد کالا باغ نو بجے ایبٹ آباد پہنچ چکے تھے۔مقامی خطیب مولانا محمد سرفراز فاروقی اور اکابرین جماعت کے ہمراہ انھوں نے وفد کا استقبال کیا۔نماز ظہر کی امامت حضرت الامیر نے فرمائی،اس کے بعد مولانا محمد سرفراز فاروقی نے حضرت الامیر اور روپڑی خاندان کی تبلیغی مساعی کا تفصیلی تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت الامیر کو درس قرآن مجید ارشاد فرمانے کی دعوت دی۔یہاں بھی حضرت الامیر نے اسلام کی حقانیت،مسلمان کے اوصاف، مسلمان کا قرآن سے تعلق اور بداعمالیوں کی سزا کے موضوع پر تفصیلی بیان فرمایا۔حافظ صاحب نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے اہل ایمان کے دلوں کے زنگ دور کرکے ان کو منور فرمایا،سامعین ہمہ تن گوش تھے،حضرت الامیر کا بیان انتہائی موثر بلکہ مسحور کن تھا۔

درس قرآن کے بعد حاضرین حضرت الامیر کے گرد جمع ہوگئے،ہر شخص اپنی اپنی معلومات کے مطابق روپڑی خاندان بالخصوص حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی تبلیغی خدمات کا تذکرہ کررہا تھا۔نوجوان خطیب مولانا سرفراز صاحب فرمارہے تھے کہ دوران طالب علمی حضرت حافظ صاحب کی مناظرانہ اور تبلیغی مساعی کا تذکرہ سنتے تھے تو دل میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اس علمی خانوادے میں یقیناً کوئی ان کا جانشین ہوگا۔آج میرے دل کی خواہش پوری ہوگئی ان کی خوشی دیدنی تھی وہ باربار اصرار کررہے تھے کہ کم ازکم سال میں ایک بار جماعت اہل حدیث کے اکابرین کو ایبٹ آباد اور گلیات کا ضرور تفصیلی دورہ کرنا چاہیے تاکہ ہم اس علاقے میں آپ کے کارکن بن کر جماعتی کام کو آگے بڑھائیں۔جماعتی احباب میں سے کوئی صاحب مشروبات کی بوتلیں لے آئے اور تمام حاضرین کی تواضع کی۔خطیب صاحب اور جماعتی احباب دوپہر کے کھانے کے لیے اصرار کررہے تھے لیکن حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی صاحب کے دوست میجر شفیق صاحب نے پہلے ہی کھانے کی دعوت دی ہوئی تھی۔چنانچہ جماعتی احباب سے اجازت لے کر ہم ایبٹ آباد کینٹ کے علاقے میں چلے گئے۔محترم میجر صاحب کے پرتکلف ظہرانے کے بعد ہمارا اگلا قیام گلیات کے صدر مقام کالا باغ میں تھا۔نماز مغرب سے تھوڑی دیر قبل ہم کالا باغ پہنچے،یہاں مولانا محمد یوسف نے ہمارے ٹھہرنے کا انتظام لائبریری روم میں کیا تھا جو کہ لائبریری کے ساتھ V.I.P مہمان خانہ بھی ہے۔

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد بارش شروع ہوگئی چنانچہ حضرت الامیر کی اقتداء میں نماز عشاء بھی ساتھ ہی ادا کرلی گئی۔نماز کے بعد مولانا سردار محمد طاہر صاحب ہمارے کمرے میں ہی کھانا لے آئے،مولانا محمد طاہر کالا باغ کے مدرسہ میں ہی زیر تعلیم رہے۔انتہائی خوش اخلاق،متواضع اور منکسر المزاج ہیں، مجھے ہر سال کالا باغ جانے کا اتفاق ہوتا ہے منزل پر جانے سے پہلے ان کو فون کردیتا ہوں،سڑک پر خود آجاتے ہیں ساتھ ایک دو طلباء کو لے آتے ہیں سامان خود اٹھا کر کمرے تک پہنچانا اسی طرح واپسی پر بھی گاڑی تک سامان خود اٹھانے میں فخر کرتے ہیں۔طوفانی بارش میں مہمانوں کو ان کے کمرے میں کھانا پہنچانا ان ہی کا کام ہے۔

کالاباغ میں بھی حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی صاحب کے لاہور میں ایک اعلیٰ فوجی افسر کی دوستی کی بناپر ایئر بیس کے گیسٹ ہاؤس میں ہمارے قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ رات گیسٹ ہاؤس میں گزاری ساری رات بارش جاری رہی، صبح حضرت الامیر کی اقتداء میں نماز فجر یہیں ادا کی ناشتہ بھی وہیں کیا صبح نو بجے بارش تھم گئی اور دھوپ نکل آئی۔ راقم چونکہ ہر سال موسم گرما میں اس علاقے میں آتا ہے۔ آپ گلیات میں آئیں اور ڈونگا گلی سے ایوبیہ تک چار کلومیٹر فاصلے پر محیط واکنگ ٹریک پر سفر نہ کریں تو یوں سمجھیں کہ آپ نے گلیات کا نظارہ کیا ہی نہیں۔ چنانچہ ہم نتھیا گلی سے ہوتے ہوئے ڈونگا گلی پہنچے یہاں پر دو تفریحی مقامات ہیں واکنگ ٹریک اور کشش پوری، ہم لوگ واکنگ ٹریک پر گئے چونکہ نماظہر کے بعد جامع مسجد کالاباغ میں حضرت الامیر کے درس قرآن کا اعلان ہو چکا تھا اس لیے ہم صرف دو کلومیٹر فاصلہ طے کر کے واپس آ گئے۔ جب ہم کالاباغ جامعہ کے مہمان خانے میں پہنچے تو ظہر کی اذان شروع ہو چکی تھی جلدی جلدی وضو کر کے مسجد کی تیسری منزل پر پہنچے تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد حضرت الامیر نے نماز ظہر کی امامت فرمائی اور اس کے بعد درس قرآن ارشاد فرمایا۔ کالاباغ اور گرد و نواح کا علاقہ الحمدللہ نوے فیصد سے زیادہ اہلحدیث ہے۔ سیدین شہیدین جب بالاکوٹ میں مقیم تھے تو دیہاتی پگڈنڈیوں کی طرح بنے ہوئے راستوں پر سفر کر کے اس علاقے میں اسلام کی شمع روشن کرتے رہے، اس علاقے میں سکھ آباد تھے چنانچہ ان کی تبلیغ سے جو مسلمان ہوئے وہ خالص سلفی العقیدہ تھے۔ الحمدللہ ان کی جلائی ہوئی شمع ابھی پوری طرح ضوافشاں ہے۔

یہاں ہر آبادی میں اہلحدیث مسجد ہے اور طلباء و طالبات کے لیے دینی درسگاہیں بھی بہت کام کر رہی ہیں۔ مجھے اس بات پر بڑی خوشی ہے کہ کالاباغ، توحید آباد، ایبٹ آباد، برگی گلی کے ساتھ بستی ڈونگھ، کنڈلا، تنزیلہ، بکری بالا اور دیگر کئی آبادیوں میں تبلیغ کا موقع بھی ملا ہے اور عرصہ بیس بائیس سال سے ان علاقوں میں جانے کی وجہ سے یہ لوگ میرے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں۔ سیدین شہیدین کا اپنے ہاتھوں سے دیا ہوا جھنڈا بھی تنزیلہ کے نواح میں ایک بزرگ کے پاس ابھی تک محفوظ ہے جو ان کے خاندان میں کسی بڑے کو دیا گیا تھا۔

جامع مسجد کالاباغ تین منزلہ اور بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے اس کی تعمیر میں میاں فضل حق اور انکے صاحبزادے میاں نعیم الرحمٰن کی کاوشوں کو خصوصی دخل ہے۔ اوپر والی منزل شیشوں والی ونڈوز سے اس طرح آراستہ کی گئی ہے کہ چاروں طرف قدرتی مناظر مسجد کے اندر سے ہی نظر آتے ہیں امیر محترم کا درس یہاں بھی بہت پسند کیا گیا۔ آپ کے بیان کی خوبی یہ ہے کہ شعلہ بیانی اور خطاب میں دوسرے فرقوں کو للکارنے کی بجائے تقویٰ و پرہیزگاری، مروجہ برائیوں سے مجتنب رہنے کی تلقین یعنی آپ کا بیان حقیقی معنوں میں **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کی تصویر ہوتا ہے۔ الفاظ میں ٹھہراؤ، لہجے میں شائستگی، الفاظ کے انتخاب میں احتیاط یہاں تک کہ کسی بھی مکتب فکر کا آدمی آپ کے درس میں شریک ہو کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، پروگرام کے مطابق مولانا محمد یوسف، سردار عبدالشکور، مولانا عتیق الرحمٰن نے مختلف دیہات میں درس قرآن اور خطبات جمعہ کے پروگرام تشکیل دے رکھے تھے لیکن ہمارے ہمراہی حافظ عبدالوحید شاہد روپڑی کے تایا جان شدید بیمار تھے اور ہسپتال میں ان کی طبیعت زیادہ خراب ہونے کی اطلاعات مل رہی تھیں اور ان کے علاوہ ہم میں سے کسی کو گاڑی چلانا بھی نہیں آتی تھی اس لیے تمام طے شدہ پروگراموں سے معذرت طلب کی اور ہماری مجبوری کے پیش نظر احباب نے معذرت قبول تو کر لی لیکن مولانا محمد یوسف نے اس کے بدلے آئندہ سال ایک ماہ مکمل گلیات میں تبلیغ کا مطالبہ کیا تو حضرت الامیر نے اس دعوت پر مثبت غور کا وعدہ کیا۔

رات بھر بارش کی وجہ سے سردی کافی تھی اس لیے مولانا محمد یوسف نے مسجد کے اندر ہی دسترخوان بچھانے کا ارشاد فرمایا کیونکہ شیشے کی ونڈو سے یہاں دھوپ آ رہی تھی جو بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ ظہرانے سے فارغ ہو کر میزبانوں سے اجازت طلب کی، مولانا محمد یوسف، مولانا عتیق الرحمٰن، ملک عرفان، مولانا طاہر و دیگر جماعتی احباب کے ہمراہ سڑک پر گاڑی تک تشریف لائے اور پرتپاک طریقے سے رخصت کیا اور یوں یہ قافلہ کالاباغ سے عازم لاہور ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تبلیغی سفر کو ہمارے لیے حسنات کا ذریعہ بنائے اور جن احباب نے ہماری میزبانی اور تبلیغی انتظامات کیے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

الاستفتاء

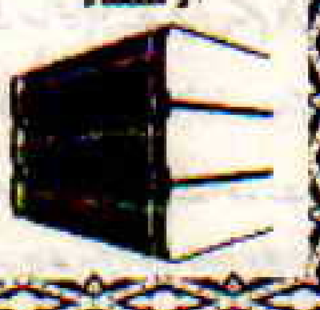

حافظ عبدالوہاب روپڑی

اشیاء کے نرخ مقرر کرنا اور شرح نفع کا شرعی حکم؟

سوال(1): کیا چیزوں کے ریٹ شرعاً مقرر کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: حافظ محمد منشاء محسن کلاس

الجواب بعون الوھاب: حدیث میں ہے سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں مدینہ منورہ کے اندر اشیاء کے ریٹ بڑھ گئے لوگوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اشیاء کے ریٹ میں اضافہ ہو رہا ہے، آپ ہمارے لیے ان کے ریٹ مقرر فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ "بیشک چیزوں کے ریٹ مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہی انھیں سستا اور مہنگا کرتا ہے اور وہی روزی دینے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی بھی شخص مجھ سے خون اور مال میں ظلم و زیادتی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔" (ابوداود کتاب البیوع باب فی التسعیر ص 621 رقم الحدیث: 3451) اسی طرح امام صنعانیؒ اس حدیث پر رقم طراز ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ اشیاء کے ریٹ مقرر کرنا ظلم اور حرام ہے۔ (سبل السلام ج 3 ص 1089)

شریعت نے کسی انسان کو ریٹ مقرر کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دی کیونکہ عام طور پر اشیاء کے ریٹ مقرر کرنے سے عامۃ الناس کو نقصان ہوتا ہے جیسا کہ موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے اشیاء کے ریٹ مقرر کرکے سرکاری ریٹ لسٹیں دوکانوں پر آویزاں کردی جاتی ہیں لوگ لسٹیں دیکھ اشیاء خریدتے ہیں اور اس کام کی نگرانی خود حکومت کرتی ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تاجروں کو نفع پورا نہیں ملتا تو وہ ناقص اشیاء فروخت کرنا شروع کردیتے ہیں اسی طرح اشیاء میں ملاوٹ ہونا شروع ہو جاتی ہے یا پھر تاجر حضرات ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کردیتے ہیں جس سے لوگ پریشانی و اذیت میں مبتلا اور ضروریات زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں، پھر اسی غرض سے حکومت کی طرف سے چند مخصوص سٹور بنائے جاتے ہیں جہاں لوگوں کی لمبی لمبی لائنیں لگتی ہیں اور بلیک مارکیٹنگ کا نیا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بالآخر لوگوں کو ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے مجبوراً منہ مانگے دام دینا پڑتے ہیں جس سے لوگوں کو فائدے کی بجائے نقصان و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے مطالبے کے باوجود بھی اشیاء کے ریٹ مقرر نہیں کیے بلکہ فرمایا تھا کہ ریٹ مقرر کرنا اللہ کا اختیار ہے لہٰذا اشیاء کے ریٹ مقرر کرنا شرعاً درست اور جائز نہیں۔

نوٹ: بعض اہل علم کے نزدیک جب اشیائے خورد ونوش کو ذخیرہ اندوزی کے ساتھ مصنوعی قلت پیدا کر کے مہنگے داموں میں فروخت کیا جائے تو پھر حکومت وقت زبردستی اشیائے خورد ونوش کو مارکیٹ میں لاکر ان کے ریٹ مقرر کرسکتی ہے۔

سوال(2): چیز فروخت کرتے وقت مالک کے لیے نفع کی شرح شریعت نے کیا رکھی ہے؟

الجواب بعون الوھاب: اسلام نے تجارت کرتے وقت نفع کی شرح کا تعین نہیں کیا۔ انسان جائز تجارت میں جس قدر چاہے نفع حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں، البتہ کسی انسان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور تجارت میں جھوٹ بولنا منع ہے اسی طرح چیز بیچنے اور خریدنے والوں کو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کی بجائے انما المومنون اخوۃ کے تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہمدردی و خیر خواہی کرنے کا حکم دیا

کیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کو أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِي لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ ایک دینار دیا تا کہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خرید لائے اس نے منڈی سے دو بکریاں خریدیں پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بکری اور نفع کا ایک دینار پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی، اس دعا کا ہی اثر تھا کہ اگر وہ مٹی بھی خرید لیتے تو اس سے نفع حاصل فرماتے۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب المناقب ج15 ص6 رقم الحدیث:3642)

صورت مسئولہ میں تجارت کے اندر نفع کی شرح کا شریعت تعین نہیں کرتی جیسا کہ مذکورہ حدیث میں سیدنا عروہؓ نے سو فیصد نفع حاصل کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسکے لیے برکت کی دعا کی لہذا فریقین باہمی رضامندی سے تجارت کرنے میں آزاد ہیں ان کو شریعت کے منع کردہ امور سے اجتناب اور دوسرے انسان کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے اور شرعی شرائط کو پورا کرتے ہوئے اگر کوئی چیز فروخت کرتے وقت حسب منشاء نفع حاصل کرتا ہے تو شریعت کی طرف سے ان پر کوئی طعن و تاوان نہیں۔

بقیہ: درس حدیث

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کرتا رہا، جب وہ آدمی اس کے پاس سے گزرا تو فرشتے نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے میں اس کے پاس جا رہا ہوں، فرشتے نے پوچھا کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے؟ جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھاتے ہوئے اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ نہیں، میں صرف اس غرض سے جا رہا ہوں کہ میں اس کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیری طرف اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس آدمی سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے محبت کرتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلة باب فضل الحب فی اللہ ج8 جز16 ص106 رقم الحدیث: 2567)

اگر انسانی معاشرے کی اکثریت ان مذکورہ اوصاف کی حامل ہو جائے تو ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ تشکیل پائے جس میں لوگوں کو برائی سے نفرت اور نیکی سے قلبی لگاؤ ہو تو اس وقت اللہ کی رحمتیں ان پر موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوں گی اور انسانوں کی پریشانیاں دور ہوتی چلی جائیں گی۔ حقیقت میں ایسے معاشرے کا قیام ہی دین اسلام کا اولین مقصد ہے تا کہ لوگوں کے دلوں میں صرف ایک اللہ کا خوف ہی ہو اور ان کے دل اس کی محبت سے لبریز ہوں اور غیر اللہ کی محبت کے بت پاش پاش ہو جائیں۔

پریس ریلیز

وطن عزیز میں بدامنی اور قتل و غارت عروج پر ہے۔ آئے روز بھارت (جس سے ہمارے حکمران محبت کی پینگیں ڈالنے کی باتیں کرتے ہیں) نہتے پاکستانیوں کا خون بہا رہا ہے۔ حکومت وقت کا فرض بنتا ہے کہ وہ خاموش تماشائی بننے کی بجائے بھارتی غنڈہ گردی کا منہ توڑ جواب دے

ان خیالات کا اظہار محترم حافظ عبدالوہاب روپڑی حفظہ اللہ نے جماعت اہل حدیث لاہور کے مرکزی دفتر میں آئے ہوئے جماعتی افراد سے کیا۔ انھوں نے کہا مسلمانوں کے باہمی انتشار و افتراق کی وجہ سے دنیا کا کفران کے درپے ہے۔ آج بھی مسلمان اپنے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دراصل اتحاد قوت و طاقت کا ذریعہ اور نا اتفاقی و انتشار کمزوری و زوال کا پیش خیمہ ہے۔

حکمران اور عوام الناس اپنے فروعی و معمولی اختلافات خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی کو پس پشت ڈال کر صبر و استقامت، یگ دلی، تنگ نظری کو چھوڑ کر وسعت قلبی اور دین اسلام کے فراموش کردہ اصولوں کو از سر نو اپنا لیں تو ملک پاکستان امن کا گہوارہ بن سکتا ہے (رپورٹ: وقار عظیم بھٹی)

تفسیر سورۃ الاعراف

حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ) (قسط نمبر 25)

قَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کتاب لائے جسے ہم نے علم کی بناء پر مفصل بنادیا اور یہ کتاب انھی لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں ۝ یہ لوگ تو بس اب اس کے انجام کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس کا انجام سامنے آجائے گا تو جن لوگوں نے پہلے کتاب کو بھلا رکھا تھا کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس رسول حق لے کر آئے تھے تو پھر کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کر سکیں؟ یا ہمیں واپس (دنیا میں) ہی بھیج دیا جائے تا کہ جو کام ہم کرتے رہے اس کے علاوہ دوسری قسم (طرح) کے کام کریں ان لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور جو کچھ بھی وہ باتیں کرتے تھے انھیں کچھ یاد نہ رہیں ۝

مشکل الفاظ کے معانی

تَاْوِيْلَهٗ: تاویل (انجام)

نَسُوْهُ: انھوں نے اسے بھلا دیا

اَوْ نُرَدُّ: یا ہم لوٹا دیے جائیں

يَفْتَرُوْنَ: جو وہ باتیں بنایا کرتے تھے

ماقبل سے مناسبت

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم اور اصحاب اعراف کے حالات بیان کرنے کے بعد قرآن مجید کی عظمت بیان کرتے ہوئے تمام بشریت پر اسے حجت قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس اسے جھٹلانے والوں کی حالت اور روز قیامت ان کی ندامت و حسرت کا تذکرہ کرتے ہوئے دنیا میں دوبارہ واپس لوٹ کر اچھے اعمال کرنے کی آرزو کو بیان فرمایا ہے۔

التوضیح

قَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اللہ رب العزت نے دین اسلام کے اصول واضح کرنے کے ساتھ ساتھ شرک و بدعت کے خطرات سے ڈراتے ہوئے قرآن مجید کو انسان کے لیے نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں صحیح ایمان کا بیان اور حق و باطل کا فرق ہے۔ عبادت کے ایسے طریقے جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا سبب ہوں ان کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید کو اہل ایمان کے لیے رحمت قرار دیا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کو مشرکین کے پاس اپنی آیات کی تفصیل (حکمت، مواعظ، قصص، احکام وعدو وعید) کے ساتھ نازل فرمایا تا کہ ان کا عقیدہ صحیح اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو سکے مگر قرآن مجید سے فائدہ وہی حاصل کر سکے جو طبعاً حق کی طرف مائل اور اس کی تلاش میں رہے۔

حقیقت میں یہاں اس خسارے کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے کافر اور مشرک قیامت کے دن دوچار ہوں گے۔ قرآن مجید کو مفصل اور واضح کتاب بنا کر نازل کرنے سے ان کی تمام حجتیں ختم کر دی گئی ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝ کیا یہ لوگ اس انجام (عذاب، سزا اور جہنم جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے) کے وقوع کے منتظر ہیں جس دن (قیامت) انجام سامنے آئے گا تو جن لوگوں نے اس (قرآن مجید) کو بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے کہ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے لیکن ہم نے حق قبول کرنے کی بجائے اسے جھٹلایا اور بیشک ہمارا شرک و کفر ہماری تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوا، اب ہم یقیناً جہنم کے عذاب میں دھکیل دیے جائیں گے۔

اہل جہنم عذاب سے بچنے کے لیے سفارشی تلاش کرتے پھریں گے تاکہ سفارش کا سہارا لے کر جہنم سے چھٹکارا پا سکیں لیکن کفار و مشرکین کو کوئی سفارشی نہیں ملے گا تو مایوس ہو کر عرض کریں گے: اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اے ہمارے رب! ہمیں ایک مرتبہ موقع عطا فرما اور دنیا میں واپس بھیج، اب ہم اپنی زندگی تیری اطاعت و فرمانبرداری میں بسر کریں گے اور جو پہلے شرک و کفر کا ارتکاب کرتے رہے ہم ان گناہوں کے قریب بھی نہ جائیں گے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ اور اگر آپ دیکھیں تو جب یہ دوزخ پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم (دنیا میں) لوٹ جائیں تاکہ اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ ہاں یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں گے کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔

قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝

ان لوگوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کر لینے کی وجہ سے بہت بڑا نقصان اٹھایا، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی یہ عبادت کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو گئے نہ تو وہ وہاں ان کی مدد کر سکیں گے اور نہ ہی سفارش اور نہ ہی انہیں جہنم سے نجات دلا سکیں گے کیونکہ وہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا کسی کو معلوم نہیں کہ روز محشر اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

جاہل پیر جو عورتوں کے پردے اتار کر ان کے چہروں کو دیکھتے اور کہتے ہیں کہ ہم روز قیامت تمہاری سفارش کریں گے اگر مجھ سے بھی پردہ کرو گی تو قیامت کے روز میں تمہیں کیسے پہچان سکوں گا، اس طرح لوگوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈالنے والے گمراہ پیروں سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ان احمقوں کو تو اپنے انجام کی خبر نہیں ہے۔

اخذ شدہ مسائل

(1) قرآن مجید کو مفصل احکام والی کتاب بنا کر مومنوں کے لیے رحمت قرار دیا گیا ہے (2) عذاب یا موت کو دیکھ کر کسی کا ایمان اسے نفع نہیں دے سکتا جس طرح قیامت کے دن کسی کا ایمان اسے نفع نہیں دے سکے گا (3) اللہ رب العزت کے سوا جن کو یہ (مشرک و کافر) عبادت کے لائق سمجھتے رہے قیامت کے دن وہ ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ ان کی کوئی مدد اور سفارش نہیں کر سکیں گے۔

دعائے مغفرت

مورخہ 11 اکتوبر بروز ہفتہ کو جامعہ اہلحدیث لاہور کے طالب علم حافظ محمد نوید ناصر اور حافظ عمر فاروق حسین کے دادا جان قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خوش اخلاق، مہمان نواز، نرم مزاج اور توحید پرست انسان تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ ان کے آبائی قبرستان کھلن ہتھاڑ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

(دعا گو: طلباء جامعہ اہل حدیث لاہور)

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حافظ عبدالوہاب روپڑی

نام ونسب

نام عثمان، ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی القرشی۔ پانچویں پشت یعنی عبدمناف پر ان کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔

قبول اسلام

سیدنا عثمان غنیؓ چونتیسویں سال میں تھے کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی۔ گو ملکی رسم ورواج اور عرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے سیدنا عثمان غنیؓ کے لیے یہ آواز نامانوس تھی تاہم وہ اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری اور راستبازی کے باعث اس داعی حق کو لبیک کہنے کے لیے بالکل تیار تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عثمانؓ کے درمیان ایام جاہلیت میں رابطہ تھا۔

ایک دن وہ حسب معمول ابوبکر صدیقؓ سے ملنے آئے تو انھوں نے اسلام کے بارے گفتگو شروع کی۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ اسی دوران سرورِ کونین ﷺ خود تشریف لے آئے اور عثمانؓ کو دیکھ کر فرمایا: ”عثمان اللہ کی جنت قبول کر“ میں تیری اور تمام مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں اللہ ہی جانے کیا تاثیر تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دے کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ لابن حجر)

شرف دامادی

قبول اسلام کے بعد عثمان غنیؓ کو وہ شرف حاصل ہوا جو ان کی کتاب منقبت کا درخشاں باب ہے یعنی رسول معظم ﷺ نے اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا۔ آپ کی مجھلی بیٹی سیدہ رقیہؓ کہ جن کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا ابولہب نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی رسول کریم ﷺ نے صاحبزادی ممدوح کا دوسرا نکاح سیدنا عثمان غنیؓ سے کر دیا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ)

ہجرت حبشہ

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی۔ خاندانی وجاہت اور عزت کے باوجود سیدنا عثمان غنیؓ بھی جفا کاروں کے ظلم وستم کے نشانے پر تھے ان کو خود ان کے چچا نے باندھ کر مارا۔ ان کے اعزہ واقارب کی طرف سے جفاکاری اور سخت گیری یہاں تک پہنچی کہ ان کی برداشت سے باہر ہوگئی۔

بالآخر رسول معظم ﷺ کے مشورے سے اپنی اہلیہ رقیہؓ کو ساتھ لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بِأَهْلِهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ میری اُمت میں عثمان پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ جلاوطن ہوا۔

مدینہ کی طرف ہجرت

غلط افواہ کی وجہ سے سیدنا عثمانؓ حبشہ سے واپس مکہ آ گئے۔ اسی اثناء میں مدینہ کی طرف ہجرت کا سامان پیدا ہوگیا۔ سیدنا عثمان غنیؓ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔ رسول کریم ﷺ نے

اوس بن ثابتؓ کے ساتھ ان کی برادری قائم کر دی۔

(طبقات ابن سعد)

بئر رومہ کی خریداری

مدینہ میں مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بئر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ سیدنا عثمانؓ نے وہ کنواں یہودی سے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اسلام میں عثمانؓ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

غزوہ بدر اور سیدہ رقیہ کی علالت

کفر و اسلام کا سب سے پہلا معرکہ جو بدر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ اور رسول کریم ﷺ کی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ میں تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا اور فرمایا: "تمھیں شرکت کا اجر اور مال غنیمت کا حصہ دونوں ملے گا۔"

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمان)

ذوالنورین کی سعادت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا یہ مرض پیام موت تھا، غمگسار شوہر کی جانفشانی قضائے الٰہی کو ردّ تو نہیں کر سکتی تھی، رسول کریم ﷺ کی غیر موجودگی ہی میں سیدہ رقیہؓ وفات پا گئیں۔ سیدنا عثمان غنیؓ اور اسامہ بن زیدؓ اس ملکہ جنت کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے کہ نعرہ تکبیر کی صدا بلند ہوئی دیکھا تو زید بن حارثہؓ سرور کائنات ﷺ کی اونٹنی پر سوار فتح بدر کا پیغام لے کر آ رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی دلجوئی فرمائی اور انھیں مجاہد بھی قرار دیا

بدر کے مال غنیمت میں سے ایک مجاہد کے برابر انھیں حصہ دیا اور بشارت دی کہ وہ اجر و ثواب میں کسی سے کم نہیں رہیں گے اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا اور خاندان رسالت سے دوبارہ ان کا تعلق قائم ہو گیا۔

غزوۂ بدر کے بعد جتنے معرکے پیش آئے سب میں سیدنا عثمانؓ پامردی، استقلال اور مردانہ شجاعت کے ساتھ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ رہے اور ہر موقع پر اپنی اصابت رائے اور جوش و ثبات کے باعث آپ کے دست و بازو ثابت ہوئے۔

سفیر رسول ﷺ

6ھ میں رسول اللہ ﷺ نے زیارت کعبہ کا قصد فرمایا حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین آمادہ پرخاش ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ کو لڑنا مقصود نہ تھا اس لیے مصالحت کے خیال سے سیدنا عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ مکے پہنچنے پر کفار قریش نے انھیں روک لیا اور خبر مشہور کر دی کہ وہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سن کر عثمانؓ کے خون کے انتقام کے لیے چودہ سو صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی اور سیدنا عثمانؓ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ حضرت عثمان غنیؓ کے تاج اعزاز کا یہ وہ طرۂ شرف ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔ (سیرت ابن ہشام۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمان کتاب الشروط والمصالحہ)

غزوہ تبوک، تجہیز جیش عسرہ اور جنت کی بشارت

9ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ اس کا تدارک ضروری تھا۔ لیکن یہ زمانہ نہایت تنگی و عسرت کا تھا۔ آپ نے صحابہ کو جنگی سامان کے لیے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق غزوۂ تبوک میں تیس ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے اس بنا پر گویا عثمانؓ نے دس ہزار فوج کے لیے سامان مہیا کیا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ اس کے لیے ایک ایک تسمہ تک ان کے روپے سے خریدا گیا اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے۔

رسول معظم ﷺ ان کی اس فیاضی اور سخاوت سے اس قدر خوش تھے کہ اشرفیوں کو دست مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے: مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمَ آج کے بعد سیدنا عثمان غنیؓ کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (مستدرک حاکم۔ جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عثمان)

فراستِ عثمان رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق ؓ خلافت پر متمکن ہوئے۔ سیدنا عثمان ؓ خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے معتمد رکن تھے۔ سیدنا فاروق اعظم ؓ کی خلافت کا وصیت نامہ عثمان ؓ کے ہاتھ سے ہی لکھا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ بات انتہائی تحسین کے قابل ہے کہ وصیت کے دوران کتابت میں کسی خلیفہ کا نام لکھانے سے قبل سیدنا صدیق اکبر ؓ پر غشی طاری ہوگئی۔ سیدنا عثمان ؓ نے اپنی عقل وفراست سے وہاں عمر فاروق ؓ کا نام درج کر دیا۔ ہوش آنے پر ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: پڑھو کیا لکھا ہے؟ انھوں نے سنانا شروع کیا جب عمر فاروق ؓ کا نام لیا تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓ بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے اور عثمان ؓ کی اس فہم وفراست پر بہت تعریف و توصیف کی۔ (طبقات ابن سعد)

مسندِ خلافت

تقریباً دس برس خلافت کے بعد 23ھ میں سیدنا عمر فاروق ؓ بھی سفر آخرت اختیار فرما گئے۔ انھوں نے مرض الموت کے دوران چھ آدمیوں کے اسمائے گرامی پیش کیے کہ ان میں کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیا جائے۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین فاروق اعظم ؓ کی تجہیز وتکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا۔

عبدالرحمن ؓ کی رائے پر زبیر ؓ علی المرتضیٰ ؓ کے حق میں، سعد ؓ عبدالرحمن بن عوف ؓ کے حق میں اور طلحہ ؓ سیدنا عثمان ؓ کے حق میں دست بردار ہوگئے۔ آخرکار عبدالرحمن بن عوف ؓ نے دونوں باقی صاحبوں سے اختیار لے کر انھیں نصیحت کر کے سیدنا عثمان غنی ؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے بھی بیعت کرلی۔

سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا بیعت کرنا تھا کہ تمام حاضرین بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ غرض 4 محرم 24ھ دوشنبہ کے روز سیدنا عثمان ؓ اتفاق عام کے ساتھ خلافت کی مسند پر نشین ہوئے اور دنیائے اسلام کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

فتوحات

سیدنا عثمان غنی ؓ کے دور خلافت میں طرابلس کی مکمل فتح ہوئی، فتح افریقہ ہوئی۔ افریقہ سے مراد وہ علاقے ہیں جن کو اب الجزائر اور مراکش کہا جاتا ہے۔ یہ ممالک 26ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ کی ہمت وشجاعت اور حسن تدبیر سے فتح ہوئے۔

ایک عظیم الشان بحری جنگ

31ھ میں قیصر روم نے ایک بہت بڑا جنگی بیڑا شام کے ساحل پر حملہ کے لیے بھیجا جس میں تقریباً پانچ سو جہاز تھے۔ امیر البحر عبداللہ بن ابی سرح نے مدافعت کے لیے اسلامی بیڑے کو آگے بڑھایا۔ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی بے شمار رومی مارے گئے مسلمان بھی بہت سے شہید ہوئے لیکن رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کی بہت تھوڑی تعداد زندہ بچی۔ خود قسطنطنیہ بھی اس معرکہ میں زخمی ہوا اور اسلامی بیڑہ مظفر ومنصور اپنی بندرگاہ میں واپس آیا۔

شہادت

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان غنی ؓ کو جنت کی خوشخبری عنایت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا: ایک مصیبت کے بعد یہ اعزاز حاصل ہوگا۔

(صحیح بخاری)

اسی طرح احد پہاڑ پر کھڑے ہوکر انھیں شہید قرار دیا (صحیح بخاری) رسول اللہ ﷺ نے انھیں وصیت کی تھی کہ مسند خلافت کا لباس اگر تجھے پہنایا جائے تو اسے مت اتارنا۔ (طبقات ابن سعد)

سیدنا عثمان ؓ پر مختلف اعتراضات کیے جاتے ہیں لیکن ان کے اعزاز کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انھیں اپنی زبان سے شہید قرار دیا ہے اور اللہ ان سے راضی ہے۔ ''ان اشکالات کے جواب کا موقع نہیں'' ہم صرف شہادت عثمان غنی ؓ کو بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

جب سیدنا عثمان غنی ؓ نے خلعت خلافت اتارنے سے انکار کر دیا اور وصیت رسول کا ذکر کیا تو مفسدین نے کاشانہ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کرلیا جو مسلسل چالیس دن تک قائم رہا۔ اس عرصہ میں اندر پانی تک

پہنچانا بھی جرم تھا۔

ذمہ دار صحابہ کرام میں سے اس وقت تین بزرگ موجود تھے۔ سیدنا علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جو نہ تو بے تعلق رہ سکتے تھے اور نہ حالات پر ان کو قابو تھا۔ تینوں صاحبوں نے کچھ کوششیں بھی کیں مگر اس ہنگامہ آرائی میں کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا۔ اس لیے یہ تینوں اصحاب عملاً علیحدہ رہے مگر اپنے اپنے جگر گوشوں کو خلیفہ وقت کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔

باغیوں نے حج کا موسم آنے سے پہلے ہی سیدنا عثمان غنیؓ کے قتل کا منصوبہ بنایا جسے خود عثمانؓ نے اپنے کانوں سے سنا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آخر کس جرم پر تم میرے خون کے پیاسے ہو، اسلامی شریعت میں کسی کے قتل کی تین ہی صورتیں ہیں یا تو اس نے بدکاری کی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے، یا اس نے ارادتاً کسی کو قتل کیا ہو تو وہ قصاص میں مارا جائے گا یا وہ مرتد ہو گیا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ میں نے نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں بدکاری کی، نہ کسی کو قتل کیا اور نہ اسلام کے بعد مرتد ہوا ہوں میں تو اب بھی گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (مسند احمد)

ظالم باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا، جانثاروں اور محبان نے بہت کوشش کی کہ عثمان غنیؓ اجازت دے دیں تو ہم ان باغیوں سے نپٹیں مگر اس کے لیے سیدنا عثمانؓ راضی نہ ہوئے اور اپنے لیے کسی کو خون بہانے کی اجازت نہ دی۔ (مسند احمد) حتی کہ فرمایا: میرا سب سے بڑا مددگار وہ ہے جو میری مدافعت میں تلوار نہ اٹھائے۔ (طبقات ابن سعد)

سیدنا عثمانؓ کو رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت یقینی ہو چکی ہے (مسند احمد) باغیوں نے مکان پر حملہ کر دیا۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ دروازے پر متعین تھے مدافعت میں زخمی ہوئے چار باغی دیوار پھاند کر چھت پر چڑھ گئے۔ کنانہ بن بشر نے آگے بڑھ کر پیشانی پر لوہے کی لاٹ ماری، آپ پہلو کے بل گر پڑے اس وقت بھی زبان سے بسم اللہ توکلت علی اللہ نکلا۔

سودان بن حمران مرادی نے دوسری جانب ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ ایک اور سنگدل عمرو بن الحمق سینہ پر چڑھ بیٹھا اور جسم پر پے در پے نیزے کے نو زخم لگائے کسی شقی نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ وفادار بیوی جو پاس ہی بیٹھی تھیں ہاتھ پر روکا تین انگلیاں کٹ گئیں وار نے ذوالنورین کی شمع حیات بجھا دی۔ شہادت کے وقت سیدنا عثمان غنیؓ تلاوت فرما رہے تھے۔

قرآن مجید سامنے کھلا تھا۔ آپ کا خون ناحق جس آیت پر گرا وہ یہ ہے: **فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم** "ان کے مقابلے میں آپ کو بس اللہ کافی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔" (البقرۃ)

یہ حادثہ بروز جمعۃ المبارک 18 ذوالحجہ 35ھ کو پیش آیا۔ دو دن تک لاش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی۔ مدینہ پر باغیوں کا قبضہ تھا۔ دوسرے دن چند آدمیوں نے جان پر کھیل کر تجہیز و تکفین کی۔ شہادت کی طہارت غسل سے بے نیاز تھی چنانچہ انہی خون آلود کپڑوں میں چار آدمیوں نے جنازہ اٹھایا۔ باختلاف روایت زبیر بن عوام یا جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کو سترہ آدمیوں کی مختصر جماعت نے بقیع الغرقد (مدینہ کا قبرستان) سے متصل حش کوکب میں سپرد خاک کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان چھپا دیا۔ (طبقات ابن سعد) شہادت کے وقت داماد رسول کی عمر 82 سال تھی اور مدت خلافت چند ماہ کم 12 سال ہے۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ماتم

صحابہ کرامؓ اور عام مسلمانوں میں کوئی اس سانحہ عظمیٰ کو سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ جس نے سنا وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ باغی اس قدر جرأت کریں گے۔ سیدنا علیؓ نے جب شہادت عثمانؓ کی خبر سنی تو دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "اے اللہ! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں" سیدنا عمر فاروقؓ کے بہنوئی سعید بن زید نے کہا "لوگو! اگر کوہ احد تمھاری اس بداعمالی کے سبب پھٹ کر تم پر گر پڑے تو بھی بجا ہے۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "عثمانؓ

مظلوم مارے گئے، اللہ کی قسم! ان کا نامہ اعمال دھلے ہوئے کپڑے کی طرح پاک ہوگیا۔" سیدنا ابوہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ جب اس سانحہ کا ذکر آجاتا تو دھاڑیں مار مار کر روتے۔ (طبقات ابن سعد)

اللہ کا خوف اور حیاء

سیدنا عثمان غنیؓ کی زندگی کے تمام پہلو ہی درخشاں ہیں، اختصار کے پیش نظر صرف دو پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ کا خوف تمام محاسن کا سرچشمہ ہے جو دل اللہ کی ہیبت وجلال سے لرزاں نہیں اس سے کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی۔ سیدنا عثمانؓ اکثر اللہ تعالیٰ کے خوف سے آبدیدہ رہتے۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو کھڑے ہوجاتے اور بے اختیار آنسو نکل آتے، قبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہوجاتی۔ لوگ کہتے کہ دوزخ اور آگ کے تذکرے سے آپ پر اس قدر رقت طاری نہیں ہوتی آخر قبروں میں کیا خاص بات ہے کہ انہیں دیکھ کر آپ بے قرار ہوجاتے ہیں تو آپؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہیں۔ (مسند احمد)

شرم وحیا

شرم وحیا سیدنا عثمانؓ کا امتیازی وصف تھا۔ اس لیے مورخین نے ان کے اخلاق وعادات کے بیان میں حیاء کا مستقل عنوان قائم کیا۔ آپ میں اس قدر شرم وحیا تھا کہ خود رسول کریم ﷺ اس حیاء کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ بے تکلفی کے ساتھ تشریف فرما تھے، زانوئے مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا۔ اس حالت میں عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو ذرا سنبھل کر بیٹھ گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس اہتمام کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: عثمان کے حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ (مسند احمد) ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے خود امیر الحج کے فرائض انجام دیتے تھے خصوصاً ایام خلافت میں کوئی سال حج سے خالی نہیں گزرا، البتہ جس سال شہید ہوئے اس سال محصور ہونے کے باعث نہ جاسکے۔ یہ ہیں سیدنا عثمان، ذوالنورین، دامادِ رسول، عشرہ مبشرہ میں سے حیا کے پیکر، خوف الٰہی سے کانپنے والے، مظلوم شہید۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

بقیہ: وجود باری تعالیٰ

اس کے اقتدار اور اختیار کا کچھ اندازہ کرنا چاہو تو زمین و آسمانوں کی تخلیق پر غور کرو کہ اربوں سال سے زمین پانی پر کھڑی ہے نہ کسی طرف سے جھکی اور نہ ہی اس میں کوئی دراڑ واقع ہوئی ہے۔ اب آسمان کی طرف توجہ کرو! جو ستونوں کے بغیر کھڑا ہے نہ کسی جانب سے جھکا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی ہے یہاں تک اس کی رنگت میں بھی کوئی فرق پیدا نہیں ہوا، زمین وآسمانوں میں کوئی چیز اس نے بے مقصد پیدا نہیں کی اور نہ ہی ان کی تخلیق میں کوئی نقص چھوڑا جو کچھ پیدا کیا ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور اس میں کوئی نہ اس کا کوئی شریک تھا اور نہ معاون۔ اب رات اور دن کے نظام پر غور کرو! کہ رات کس طرح دن کے حصے کو ڈھانپ لیتی ہے اور دن کس طرح رات کے کچھ حصہ پر چھا جاتا ہے۔ سورج اور چاند اپنے مقررہ اوقات اور حساب کے مطابق اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں۔ کیا مجال کبھی ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوا یا ان میں سے کوئی اپنے وقت سے آگے پیچھے ہوا ہو۔ اس پورے نظام کو بنانے اور چلانے والا صرف ایک "اللہ" ہے۔ چاہیے تو یہ کہ وہ کفار، مشرکین اور نافرمانوں کو ایک لمحہ میں نیست ونابود کردے۔ مگر ہر اعتبار سے غالب ہونے کے باوجود لوگوں کو بار بار معاف کرنے اور ان سے درگزر فرمانے والا ہے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ "بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے پیدا کیے، اس حال میں کہ اس کے حکم کے تابع ہیں سن لو پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ ہی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے" (الاعراف: 54)

وجودِ باری تعالیٰ

قرآن مجید کے دلائل اور سائنسی مشاہدات کی روشنی میں

میاں محمد جمیل کنوینر تحریک دعوت توحید پاکستان

وہی ایک ذات ہے جس نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کیا، وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو چاندنی عطا فرمائی۔ سورج کی روشنی ہلکی سرخ اور تیز گرم ہوتی ہے چاند کی روشنی سفید ٹھنڈی اور پرکشش ہوتی ہے جس وجہ سے کچھ فصلیں سورج کی تیز روشنی میں اور کچھ فصلیں چاند کی پرکشش روشنی میں تیار ہوتی ہیں دنیا کو دونوں قسم کی روشنی کی ضرورت تھی جس کا دائمی طور پر انتظام کر دیا گیا ہے۔

ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس نظام کو کوئی پیدا کرنے والا اور چلانے والا نہیں جب چاند اور سورج جیسے عظیم سیارے رات اور دن کا لامحدود نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے قبضہ میں ہے اور وہی رات دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لاتا ہے کبھی رات طویل تر ہو جاتی ہے اور کبھی دن رات کے وجود کو چھوٹا کر دیتا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ رات اور دن وقت کے اعتبار سے یکساں ہو جاتے ہیں۔ اسی نظام کے مطابق ہی انسان کی زندگی ہے پہلے چھوٹا ہوتا ہے پھر جوان ہو کر بھرپور صلاحیتوں کا پیکر بن جاتا ہے آخر عمر میں بچوں کی طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی تندرستی کبھی بیماری کبھی خوشحالی اور تنگدستی ساتھ ساتھ چلتے ہیں گویا کہ شمس وقمر کا غروب اور طلوع ہونا، زندگی وموت اور جی اٹھنے کی واضح دلیل ہے۔

اسی طرح یہ اس بات کی واضح اور ٹھوس دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے بعد انہیں زندہ کرنے پر قادر ہے اور ان سے ضرور حساب لے گا۔ اسی نے رات اور دن بنائے سورج اور چاند اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں۔ ”اگر“ اللہ ”رات کو قیامت تک طویل کر دے تو اس کے سوا کسی کے پاس طاقت نہیں کہ جو دن کی روشنی لا سکے لیکن اس کے باوجود لوگ حقیقت سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ دن کو قیامت تک لمبا کر دے تو اس کے سوا کسی کے پاس قوت نہیں جو رات لے آئے جس میں تم سکون پاتے ہو لیکن لوگ غور نہیں کرتے۔ (القصص:72-71)

چاند اور سورج کی طرف دیکھو حقیقتاً کوئی نہیں جانتا کتنی مدت سے رواں دواں ہیں یہ اُس وقت تک طلوع اور غروب ہوتے رہیں گے جب تک ان کے بنانے والی ذات ان کو رواں دواں رہنے کا حکم دے گی جونہی اُس کا حکم ہوگا کہ رک جاؤ تو سورج بے حرارت اور چاند بے نور ہو کر زمین پر گر پڑے گا لیکن جب تک انہیں چلتے رہنے کا حکم ہے اس وقت تک سورج میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے ہر کوئی اپنے مدار میں گھوم رہا ہے۔ (یٰسین:40)

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذَرٍّ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا يُقَالُ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ)

”حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سورج عرش کے نیچے

سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا اور اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا وہ طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا اس کو اجازت نہ ملے گی۔ اسے حکم ہوگا کہ جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جا چنانچہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے" (بخاری باب صفۃ الشمس والقمر) اسی طرح سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** "قیامت کے دن سورج اور چاند کو لپیٹ لیا جائے گا۔" (حوالہ مذکورہ)

نظامِ شمسی اور جدید تحقیقات

سائنسدانوں کی اب تک کی تحقیق کے مطابق نظام شمسی ایک ایسا نظام ہے جس کے مرکز میں ایک سیارہ ہے اور اس کے گرد مختلف سیارے اپنے اپنے مداروں میں چکر لگا رہے ہیں کائنات کے جس شمسی نظام میں ہم رہتے ہیں اس کے مرکز میں سورج ہے اور اس کے گرد بشمول ہماری زمین نو (9) سیارے چکر لگا رہے ہیں صرف اس نظام کی وسعت کا یہ حال ہے کہ سورج کی روشنی 1,86,000 میل فی سیکنڈ کی تیز ترین رفتار سے سفر کرتی ہے روشنی کو اپنے بعید ترین سیارے یعنی پلوٹے Pluto جو کہ اعداد میں دیکھیں تو سورج سے تین ارب چھیاسٹھ کروڑ بیس لاکھ میل (3,66,2000000) دور ہے، کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں اور پلوٹو سورج کے گرد ساڑھے سات ارب میل کے دائرے میں چکر لگا رہا ہے۔ ہماری زمین جو سورج سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے۔

سورج کے گرد انیس کروڑ میل کا دائرہ ہے جو ایک سال میں پورا ہوتا ہے یہ تمام سیارے اپنے سفر میں اس طرح مصروف ہیں کہ ان کے گرد اکتیس چاند بھی اپنے اپنے سیاروں کے گرد گھوم رہے ہیں ان کے علاوہ تیس ہزار چھوٹے سیاروں Asteroids کا ایک حلقہ، ہزاروں دمدار ستارے Comets اور لاکھوں شہاب ثاقب ہیں جو اسی طرح گردش میں مصروف ہیں ان سب کے درمیان میں سورج ہے جس کا قطر Diamete آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہے اور وہ زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے یہ سورج خود بھی رکا ہوا نہیں۔ سورج کس طرح سفر کر رہا ہے؟ کیلیفورنیا کی ایک رصد گاہ کے ڈائریکٹر آر جی ایٹکن کا اندازہ ہے کہ سورج اپنے نظام شمسی سمیت اپنی کہکشاں کے ساتھ چوبیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے جو جدید انکشاف کے مطابق سورج مجمع النجوم شلیاق کے مرکز جس کو Solar Apex کہا گیا ہے اس کی طرف جا رہا ہے۔

علمائے فلکیات کے ایک جدید اندازے کے مطابق ہر کہکشاں Galaxy میں دو کھرب ستارے ہیں اور اب تک معلوم کائنات میں تقریباً دو کھرب کہکشائیں ہیں جو کہکشاں ہم سے قریب ترین ہے وہاں سے روشنی کو ہم تک پہنچنے میں تقریباً نو لاکھ سال لگ جاتے ہیں یہ کہکشاں مراۃ المسلسلہ Andromida کا مجمع النجوم میں واقع ہے لہذا روشنی کو ان ستاروں سے جو معلوم سماوی جہاں کے اس سرے پر واقع ہیں ہم تک پہنچنے میں اربوں سال لگ جاتے ہیں۔ کائنات کی پہنائیاں اس قدر وسیع ہیں کہ ان کی پیمائش کے لیے خاص اکائیاں مثلاً نوری سال اور پارسک وغیرہ وضع کی گئیں ہیں۔ نوری سال یا سال نوری اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے اور یہ تقریباً 58 کھرب ستر ارب میل کے برابر ہوتا ہے اور پارسک 3.26 نوری سال یا ایک نیل 92 کھرب میل کے لگ بھگ ہے۔ **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ**

کائنات کی ان وسعتوں کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اس حدیث میں ذرا بھی مبالغہ نہیں جس میں بتایا گیا ہے وہ آخری آدمی جسے اللہ تعالیٰ دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیجے گا اور اسے وہ وسیع و عریض باغ دکھا کر کہا جائے گا یہ سب تمہارا ہے تو وہ حیران ہو کر کہے گا کہ "یا اللہ! تو اللہ ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔" طرہ پھر اس پہ یہ کہ یہ کہکشائیں بھی ٹھہری ہوئی نہیں ہیں بلکہ اپنے محور پر گردش کر رہی ہیں۔ چنانچہ وہ کہکشاں جس میں ہمارا نظام شمسی واقع ہے اس کا اپنے محور پر ایک دور 20 کروڑ سال میں پورا ہوتا ہے یہ ساری حرکتیں اور گردشیں حیرت انگیز طور پر نہایت

تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہیں نہ ان میں باہم کوئی ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ رفتار میں کوئی فرق پڑتا ہے۔

یہ نظام اس حد تک مربوط اور مستحکم Accural ہے کہ ایک کہکشانی نظام جو اربوں متحرک ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے دوسرے کہکشانی نظام میں حرکت کرتا ہوا داخل ہوتا ہے اور پھر اس سے نکل جاتا ہے مگر باہم کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا! اس عظیم اور حیرت انگیز نظام کو دیکھ کر انسانی عقل بے اختیار اعتراف کرتی ہے کہ کوئی تو ہے، زبردست، غیر معمولی طاقت اور علم والا جس نے اس اتھاہ نظام کو قائم کر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ "اور سورج اپنی مقررہ گزرگاہ پر چل رہا ہے یہ زبردست علیم ہستی کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔" (یٰسین:38)

یہاں پر یہ واقعہ بیان کرنا باعث بصیرت وتقویت ایمان ہوگا جس کا تعلق مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینز (Sir James Jeans) (England(1877-1946) سے ہے۔ موصوف مشہور کتاب (The Mysterious Universe) کے مصنف ہیں۔ اس واقعہ کو علامہ عنایت اللہ مشرقی نے بیان کیا ہے انھی کے الفاظ میں سنیے۔

1909ء کا ذکر ہے اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی میں کسی کام سے نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینز پر نظر پڑی جو بغل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے میں نے قریب ہو کر سلام کیا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا دوبارہ سلام کیا تو متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا دو باتیں اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھتری بغل میں دبا رکھی ہے سر جیمز جینز اپنی بد حواسی پر مسکرائے اور چھاتہ تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لیے جا رہا ہے یہ کیا؟

میرے اس سوال پر پروفیسر جیمز جینز لمحہ بھر کے لیے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا" آج شام چائے میرے ساتھ پیو" چنانچہ شام کو میں ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک 4 بجے لیڈی جیمز باہر آ کر کہنے لگیں سر جیمز تمہارے منتظر ہیں" اندر گیا تو ایک چھوٹی میز پر چائے لگی ہوئی تھی۔ پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے کہنے لگے: "تمہارا سوال کیا تھا؟" میرے بولنے کا انتظار کیے بغیر ہی اجرام فلکی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں، ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی کشش اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس داستان کبریا اور جبروت پر دہلنے لگا اور ان کی اپنی کیفیت یہ تھی کہ سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے تھے آنکھوں سے حیرت وخشیت کی دوگونہ کیفیتیں عیاں تھیں اللہ کی ہیبت اور دانش سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، عنایت اللہ خاں! جب میں خدا کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں" تو بہت بڑا ہے" تو میری ہستی کا ذرہ ذرہ میرا ہمنوا بن جاتا ہے۔ مجھے بے حد خوشی اور سکون نصیب ہوتا ہے مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں گرجے میں کیوں جاتا ہوں؟"

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام مچا دیا میں نے کہا:" جناب والا! آپ کی روح افروز تفصیلات سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلے میں قرآن پاک کی ایک آیت یاد آئی ہے اگر اجازت ہو تو پیش کروں" فرمایا ضرور۔ چنانچہ میں نے یہ آیت پڑھی: وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ "اور اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے لیے بھی رنگ مختلف ہیں بلاشبہ اللہ کے بندوں میں سے اس سے ڈرتے وہی ہیں جو علم رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر غالب اور بخشنے والا ہے۔" (فاطر:28)

آیت سنتے ہی پروفیسر بولے" کیا کہا! اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں۔ حیرت انگیز، بہت عجیب، یہ بات جو مجھے پچاس سال کے

مسلسل مطالعہ و مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی۔ محمد ﷺ کو کس نے بتائی کیا قرآن میں واقعی ہی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد ﷺ ان پڑھ تھے انھیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی انھیں یقینا اللہ نے بتائی تھی بہت خوب بہت عجیب

(بحوالہ: ماہنامہ نقوش)

اللہ تعالیٰ نے رات اور دن بنانے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا "اور وہی اللہ ہے جس نے رات کو تمھارے لیے لباس اور نیند کو سکون کا باعث بنایا اور دن کو اٹھنے کا وقت بنایا ہے۔" (الفرقان: 47)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ رات اور دن کے آنے جانے، ان کے گھٹنے اور بڑھنے پر غور کرے تاکہ اُسے علم یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنی قدرت والا ہے۔ وہ رات اور دن کے نظام کو کس ترتیب کے ساتھ چلا رہا ہے؟ رات اور دن میں سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ کروڑوں اور اربوں انسان سالہا سال سے دیکھ رہے ہیں۔ رات اور دن کے آنے جانے کا سلسلہ اس قدر منظم ہے کہ آج تک دنیا کے کسی خطے میں ان کے آنے جانے میں نقص واقع نہیں ہوا۔ کیا انسان نے اس بات پر غور کیا ہے؟

پوری دنیا کے سائنسدان اور حکمران مل کر بھی دن اور رات کے اوقات میں ایک سیکنڈ کا آگا پیچھا نہیں کر سکتے رات اور دن کے اوقات ابد سے چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہیں یہ ازل تک چوبیس گھنٹے ہی رہیں گے۔ رات میں ان گنت فوائد ہیں جن میں ایک ایسا فائدہ ہے جس سے ہر ذی روح مستفید ہوتا ہے بالخصوص انسان سب سے زیادہ بہتر طریقے سے مستفید ہوتا ہے۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے لباس قرار دیا ہے جس میں انسان کو خود بخود نیند آجاتی ہے جس طرح لباس انسان کے جسم کو ڈھانپتا ہے اسی طرح ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خصوصیت رکھی ہیں جو دماغ کو ڈھانپ لیتی ہیں جس سے انسان کو نیند آتی ہے اور نیند سے انسان کی دن بھر کی تھکاوٹ اس طرح دور ہو جاتی ہے کہ صبح کے وقت وہ اپنے آپ کو قوت کار کے لیے تازہ دم پاتا ہے یہاں تک کہ نیند انسان کے غم کو ہلکا کر دیتی ہے گویا کہ نیند سے انسان ہر طرح پر سکون ہو جاتا ہے۔

نیند ایسی نعمت ہے کہ اگر انسان کسی وجہ سے نیند سے محروم ہو جائے تو نا صرف اس کا جسم تناؤ کا شکار ہوگا، بلکہ انسان کا زیادہ دیر زندہ رہنا بھی محال ہو جائے گا انسان ہی نہیں بلکہ ہر ذی روح رات کے وقت سکون پاتا ہے۔ یہاں تک کہ نباتات میں بے شمار فصلیں اور پودے ایسے ہیں جو صرف رات کو ہی بڑھتے ہیں اور ان کے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے رات کے مقابلے میں دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو کام کاج اور چلنے پھرنے کے لیے بنایا ہے دن کے فوائد بھی ان گنت ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو چھوٹا اور بڑا کرتا ہے اسی طرح ہی دن کو طویل اور چھوٹا کرتا ہے اگر لیل ونہار وقت کے اعتبار سے یکساں ہوتے تو نا صرف انسان کے لیے مسائل پیدا ہوتے بلکہ انسان اپنی زندگی کو اپنے لیے بوجھ محسوس کرتا۔ رات اور دن پر غور فرمائیں تو یہی انسان اور پوری کائنات کی زندگی کا نظام ہے اگر ان میں خلل واقع ہو جائے تو پورا نظام درہم برہم ہو جائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی عظیم نشانیاں قرار دیا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ "وہ ذات جس نے تمھارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سچی بات توجہ سے سنتے ہیں۔" (یونس: 67) دوسرے مقام پر فرمایا: خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ "اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے، اسی نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک وقت مقرر تک چلا جا رہا ہے جان رکھو وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔" (الزمر: 5)

(بقیہ ص: 13)

شعبہ تعلیم میں سرمایہ کاری کی ضرورت

عطا محمد جنجوعہ

عصر حاضر میں صلیبی قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھلا کر شتر بے مہار آزادی کو ماٹو بنا لیا، صلیبی تھنک ٹینک جس کے پرچار کے لیے کوشاں ہیں۔ امریکہ ملت اسلامیہ کے اذہان کو مسخر کرنے کے لیے میڈیا اور تعلیم کے شعبے پر ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ مسلم حکمران امریکی دباؤ کی وجہ سے روشن خیالی کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا پر نگاہ ڈالنے سے یوں گمان ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں صرف جنسی میلان استوار کرنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے۔ وہ مسلمان جنھوں نے بچپن میں دین کی بنیادی تعلیم حاصل کی ہو اُن کو آزادی کی روشن پری کا اسیر بنانا قدرے مشکل امر ہوتا ہے، اس لیے امریکہ مسلم دنیا کی نئی پود کو اسلامی تعلیم و تزکیہ سے محروم کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

امریکہ نے افغانستان کی تعلیمی درسگاہوں کو مغربی ماحول میں ڈھالنے کے بعد عراق کا تعلیمی نصاب بھی تبدیل کر دیا ہے۔ نئی درسی کتب کے پرنٹ کے لیے 65 ملین ڈالر کی لاگت سے نیا نصاب تشکیل اور اساتذہ کی تربیت کا خصوصی انتظام کیا ہے۔ تعلیمی رجحانات میں یہ تبدیلی سعودی عرب، کویت اور یمن میں بھی جاری ہے۔ امریکی حکومت نے پاکستان کی معیشت پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے قبضہ جمانے کے بعد پاکستان کے تعلیمی نظام کو اپنے کنٹرول میں لینے کے لیے اقدامات شروع کر دیے ہیں۔ اس سلسلے میں امریکی حکومت اور آغا خان یونیورسٹی کے درمیان 13 اگست 2003ء کو معاہدہ طے پایا جس کے تحت آغا خان یونیورسٹی ملک بھر کے 23 تعلیمی بورڈز کا نظام اپنے ماتحت چلائے گی۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی حکومت آغا خان بورڈ کو 450 لاکھ ڈالر کی امداد بھی فراہم کرے گی۔ (نوائے وقت 29 جنوری 2004ء)

نئے نصاب اور امتحانی نظام میں جنسی تعلیم کے فروغ کو محور بنایا گیا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان جس ایٹمی پاکستان کو اسلام کا قلعہ تصور کرتے تھے وہ صیہونی جنگ میں امریکہ کا لاجسٹک اتحادی اور عالم اسلام میں فکری یلغار برآمد کرنے کے لیے اس کا ماڈل اور آلہ کار بن گیا۔

برصغیر کی تعلیمی درسگاہوں میں دینی و دنیوی تعلیم کا امتزاج تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مذکورہ نظام کو درہم برہم کر کے سکول و کالج قائم کیے ہیں، تاہم ابتدائی تعلیمی نصاب میں اسلامیات بطور مضمون شامل رہا۔ آزادی کے کچھ عرصہ بعد عربی بھی مڈل کے نصاب میں لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل ہوئی۔ حکومت نے اہل مغرب کے دباؤ پر نصاب کو تبدیل کر دیا۔

عربی زبان اختیاری ہوگئی لیکن انگلش زبان کی تدریس پہلی جماعت سے لازمی ہوگئی ہے۔ دیگر مضامین کا نصاب انگلش میں منتقل ہوگیا ہے، 2011ء کے تعلیمی سال سے تمام بچے انگلش میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دینی تعلیم سے ملت اسلامیہ کی نئی نسل میں اللہ کی حاکمیت اور خاتم النبیین ﷺ سے والہانہ عقیدت اور دشمنان اسلام کے خلاف اصلاحی جدوجہد کا جذبہ ابھرتا ہے لیکن حکومت نے اسلامیات کے نصاب کو صرف اخلاقی تعلیم تک محدود کر دیا ہے۔ جوا، سود، شراب کی حرمت، زنا، چوری اور نشہ کی ممانعت سے متعلق آیات واحادیث کو شامل کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

ارباب علم ودانش کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بچپن کا علم پتھر پر لکیر کی مانند ہوتا ہے، چنانچہ مسلم تنظیموں کا فرض منصبی ہے کہ ممکنہ آئینی ذرائع بروئے کار لا کر حکومت کو نظریہ پاکستان سے وفاداری کا احساس

دلائیں تا کہ وہ نئی پود کے ملی وقومی شعور کے تحفظ کے لیے اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے اور اسلام سے بے بہرہ کرنے والی میڈیا کی منفی سرگرمیوں کا محاسبہ کرے۔

اسرائیل ایسی ریاست ہے جو نسلی ومذہبی بنیاد پر معرض وجود میں آئی، وہ اپنے نظریے پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ وہاں پرائمری سطح تک تعلیم مذہبی اداروں میں دی جاتی ہے اور اُن کو قومی زبان عبرانی بھی سکھائی جاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ یورپ میں مقیم رہے یا امریکہ میں، انھوں نے اپنے بچوں کو ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے مذہبی اداروں میں دی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ستر واصدیوں تک صلیبی درندوں کی چیر پھاڑ کا ہدف رہنے کے باوجود انھوں نے اپنا قومی تشخص برقرار رکھا ہے۔ اس وقت بھی امریکہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی سکول قائم ہیں جن کی تعداد 30 ہزار کے لگ بھگ ہے۔

مسلم دنیا میں پاکستان بھی اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ملک ہے، جہاں آئینی طور پر قرآن وسنت کی حکمرانی تو درکنار نصاب تعلیم کی تدریس کا کام بھی غیر مسلموں کی مرضی کے مطابق تشکیل دیا جاتا ہے۔ حکومت پاکستان صحت کی سہولت فراہم کرنے اور تعلیم عام کرنے کے لیے امریکی این جی اوز کو طویل المیعاد ٹھیکے پر زمینیں الاٹ کررہی ہے۔

صیہونی تحریک نے روس میں کمیونزم کو بھسم کرنا تھا تو پاکستان میں اسلامی تشخص کو اجاگر کرنا اُس کی مجبوری تھی۔ لیکن کمیونزم کے زوال کے بعد جب صیہونی تحریک نے اسلام کو مسخ کرنا اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنا اپنا ہدف بنالیا تو پاکستان میں روشن خیالی کے نام پر بے حیائی کا طوفان امڈ آیا۔

صیہونی سرپرستی میں ہم جنسی کو فروغ دینے کے لیے عالمی سطح پر LGBTIQ ایک تحریک ہے۔ مغرب میں مقیم وہ مسلم سکالر جن کا موقف ہے کہ مسلم معاشرے میں ہم جنس پرستی کوئی گناہ نہیں۔ امریکہ کی تنگ دو ہے کہ ایسے سکالروں کو پاکستان کی یونیورسٹیوں میں تعینات کیا جائے، اس لیے جدت پسند حکومت سے اسلامی اقدامات کے فروغ کی توقع رکھنا خود فریبی اور وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، چنانچہ مسلم امہ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسلام کے منافی حکومتی اقدامات پر نہی عن المنکر کا فریضہ کمال حکمت عملی سے ادا کریں۔

برصغیر کے مسلم مفکرین نے ایسٹ انڈیا کے دور حکومت میں کٹھن حالات کے باوجود کتاب وسنت کے علم کو نئی پود تک منتقل کیا۔ نائن الیون کے بعد امت مسلمہ دوبارہ اُسی دوراہے پر کھڑی ہے، چنانچہ مسلم تنظیمیں اپنی مدد آپ کے تحت ملی وقومی شعور کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔

اسلامی ماہرین تعلیم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فہم قرآن وحدیث اسلامی تعلیم کی اساس ہے۔ امام ابن خلدون کا موقف ہے کہ بلاد اسلامیہ میں قرآن کریم کی تعلیم کو تمام مراحل تعلیم کی اساس ہونا چاہیے کیونکہ یہ دین اسلام کا بنیادی نامہ ہدایت ہے جو عقیدے میں پختگی اور ایمان میں رسوخ پیدا کرتا ہے۔ امام غزالی نے سکول میں بچے کی بالتدریج تعلیم وتربیت بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن حکیم پھر فرامین نبوی پھر نیک لوگوں کی حکایات اور پھر فقہی احکام کی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

اصحاب علم مختلف سکولز میں زیر تعلیم طلباء وطالبات کی دینی تعلیم کا جائزہ لیں تو نصف سے زیادہ پود قرآن خوانی کی استعداد سے محروم ہوگی۔ بلاشبہ روز محشر اُن کے والدین سے باز پرس ہوگی۔ لیکن اصحاب محراب ومنبر سے بھی جواب دہی ہوگی کہ انھوں نے نئی پود کی اسلامی تعلیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا اور اُن کے والدین کو اس امر کی دعوت کیوں نہیں دی؟

وطن عزیز کے ہر محلے اور گاؤں میں دیدہ زیب مساجد موجود ہیں جو کسی نہ کسی مسلکی تنظیم سے وابستہ ہیں۔ مسجد سے منسلک آبادی کے لحاظ سے نمازیوں کا تقابلی جائزہ لیں تو اُن کی تعداد نہایت کم ہے۔ الحمدللہ، اکثر مساجد میں مقامی بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے کا اہتمام ہے لیکن بعض مساجد میں یہ سہولت میسر نہیں۔

مذہبی جماعتیں انتخابی سرگرمیوں کے لیے متحرک رہتی ہیں۔ ہڑتالوں اور دھرنوں کو کامیاب بنانے کے لیے دیہی علاقوں کا دورہ کرتی ہیں اُن سے دردمندانہ التماس ہے کہ وہ مقامی عہدیداروں کی ڈیوٹی لگائیں کہ وہ اپنے علاقے کے مکینوں کو نماز قائم کرنے کی دعوت دیں۔ مسجد میں ناظرہ قرآن کی تدریس کے لیے حافظ کا اہتمام کریں۔ محلے کے بچوں کو فہم قرآن

کی دعوت دیں۔ ضلعی تنظیمیں اُن کی مالی و دیگر مشکلات کا ازالہ کریں۔ کوتاہی کی صورت میں اُن کا محاسبہ کریں۔ طلباء و طالبات کو قرآن کریم کی تعلیم فراہم کرنا اور اسوۂ حسنہ سے روشناس کرانا عصر حاضر میں صہیونی فکری یلغار کا موثر اور دیرپا دفاعی لائحہ عمل ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد دینی مدارس کو بند کردیا تھا اور اُن کی جائیدادیں اور اثاثے ضبط کرکے اپنے ہم نواؤں میں تقسیم کردیے۔ اس کٹھن دور میں جماعت مجاہدین انگریزوں کے خلاف برسر پیکار رہی۔ دوسری طرف علماء کے ایک طبقے نے نامساعد حالات کے باوجود حجروں میں اور درختوں کے سائے تلے ٹاٹ بچھا کر قرآن و حدیث کی شمع روشن رکھی۔

موجودہ دور میں وہی حالات درپیش ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے جو تنظیمیں یہود و نصاریٰ کے مظالم کے خلاف مظلوم مسلمانوں کی پشت پناہی کررہی ہیں اُن سے بھرپور تعاون کیا جائے۔

حکومت کی نئی تعلیمی پالیسی سے عصری تعلیمی ادارے یورپی تہذیب وتمدن میں ڈھل چکے ہیں۔ مزید برآں حکومت معروف دینی مدارس کو سکول و کالجز کے ماحول میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، چنانچہ دیہی علاقوں میں خالص کتاب وسنت کی تعلیم اور روحانی تزکیہ کے لیے نئے مدارس قائم کیے جائیں۔ اس وقت دینی مدارس کے تحفظ کے لیے علماء متحد ومتحرک ہیں۔ مخلص احباب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا کر علماء کو آمادہ کریں کہ وہ قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر دینی مدارس کے نصاب میں یکسانیت کو فروغ دے کر فرقہ وارانہ کشیدگی کے ماحول کو ساز گار بنائیں۔

مزید برآں زیر تعلیم طلباء کو معروف غیر ملکی زبانوں کے علاوہ معاشیات، نفسیات اور سیاسیات سے روشناس کرائیں۔ اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ کرایا جائے تاکہ وہ جدید دور میں اسلام کی تبلیغ موثر انداز میں کرنے کے اہل ہوجائیں۔

صہیونی ورلڈ آرڈر کے گماشتے ایک طرف بھیڑیے بن کر امت مسلمہ کا خون چوس رہے ہیں اور دوسری طرف بین المذاہب کانفرنسیں منعقد کرکے وحدت الادیان کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ جدید مسلم مفکرین اس سازش کا شکار ہوگئے۔ وہ انسانی بھائی چارہ کا نعرہ لگا کر یہود ونصاریٰ سے محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ حکومت دینی مدارس کو بھی وحدت الادیان کی صہیونی پالیسی پر کاربند کرنا چاہتی ہے۔ علماء اس سازش کے سدباب کے لیے ملی اتحاد کو پائیدار بنائیں۔ دفاعی لحاظ سے رو بھی سوچیں کہ آسمان کے سائے تلے درس وتدریس کے لیے کمر کس لیں لیکن یہود ونصاریٰ کی خباثتوں کو طشت ازبام کرنے سے باز نہ آئیں۔

ریاست میں مفت تعلیم کی فراہمی اور صحت کی سہولتیں عام کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ چونکہ پاکستان اربوں ڈالر کا مقروض ہے اس بنا پر حکومت تعلیمی بجٹ کو بوجھ سمجھتی ہے، اس لیے حکومت پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔ عیسائی، قادیانی اور سیکولر سرمایہ دار طبقہ اس شعبے پر چھاگئے ہیں۔ وہ ایک طرف بھاری فیس وصول کرکے دولت کما رہے ہیں اور دوسری طرف نئی نسل میں اسلام سے نفرت کے جراثیم داخل کررہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی جماعتیں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لیے تعلیمی میدان کا رخ کریں۔

دینی جماعتیں اسلامی ذہن کے سرمایہ داروں کو ترغیب دیں کہ وہ شتر بے مہار آزادی کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے اور وطن عزیز میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لیے تعلیمی شعبے میں سرمایہ کاری کریں۔ سرمایہ دار طبقہ اگر مل یا فیکٹری میں کوئی کنٹرول پیداوار مہیا کرتے ہیں تو یہ اُن کی قومی خدمت تو ہے لیکن صدقہ جاریہ نہیں۔ اگر وہ محلہ اور گاؤں کی بنیاد پر پرائمری اور قصبے کی سطح پر ہائی اسکولز کا اجرا کرکے طلباء وطالبات کی اسلامی ماحول میں آبیاری کا اہتمام کریں تو اس طرح وہ رزق حلال بھی کمائیں گے اور یہ کام اُن کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔

ان سکولز میں سائنس، انفارمیشن، ٹیکنالوجی، زرعی وصنعتی مہارت حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ ان درسگاہوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہو کہ اُن میں طلباء وطالبات کی تربیت کا اہتمام خالص اسلامی منہج پر کیا جائے تاکہ ایسے طلباء پاکستان کی ترقی واستحکام میں قائدانہ کردار ادا کرسکیں اور صہیونی افکار کی یلغار کا علمی انداز میں محاسبہ کرسکیں۔

□□□

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مولانا محمد اسحاق حقانی مدرس جامعہ اہل حدیث لاہور

غیر مسلم لوگ ہمیشہ اسلام اور نبی رحمت ﷺ کے بارے میں یہ غلط پراپیگنڈہ کرتے آئے ہیں کہ ان کے پاس تلوار کی قوت تھی جس کی بناء پر لوگ ڈرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ اس بے بنیاد دعویٰ میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ نبی رحمت ﷺ کے دامن میں پناہ لینے والے غریب، پسماندہ اور معاشرے سے کٹے ہوئے لوگ تھے۔ جن کے پاس کوئی دنیاوی شان و شوکت اور اقتدار و اختیار نہ تھا، وہ بلا کسی جبر و اکراہ کے خلق عظیم کی جھلک دیکھ کر حاضر ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے سامنے اس مبارک ہستی کے چالیس سال تھے، بچپن و جوانی کے ایام، جب عام آدمی ایسے وقت میں فخر و غرور اور حماقت کے گھمنڈ میں ہوتا ہے مگر نبی کائنات ﷺ کا دامن ان آلودگیوں سے پاک نظر آتا ہے بلکہ غریب و مظلوم کی حالت دیکھ کر ان کا دل کھنچ جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس کی ہر ممکن طریقے سے مدد کو لازم سمجھتے تھے۔

عمر عزیز کا چودھواں، پندرواں سال ہے جب ایک اونٹنی کے پانی پلانے پر جھگڑا ہوتا ہے پھر ایسی لڑائی پر منتج ہوتا ہے کہ حرمت والے مہینوں کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، آپ ﷺ کو اس وقت سے ہی طاقتور کے کمزور کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور اس بات میں کوشاں رہتے ہیں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو۔

مکہ میں ایک زبیدی نامی تاجر آتا ہے، وہ کسی آدمی عاص بن وائل سے لین دین کرتا ہے مگر وہ آدمی اس کو مال کی قیمت میں ادائیگی سے ٹال مٹول کرتا ہے تو کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ تم دار الندوہ کے پاس جا کر فریاد کرو۔ اس نے وہاں جا کر آواز دی تو دار الندوہ کے ممبران نے سیدنا زبیرؓ کی تحریک پر اس کا حق دلایا اور عہد کیا کہ ہم کسی ظالم کو کسی کا حق چھیننے کی اجازت نہیں دیں گے۔ عورتوں اور یتیموں کے حقوق کی حفاظت کریں گے، قتل و غارت گری کا سد باب کریں گے۔ آپ ﷺ بھی اس معاہدہ حلف الفضول کے ممبر بنے۔ اسی عہد و پیمان کو مضبوط و مستحکم بنایا۔ مسکین و شرفاء کے لیے دادخواہی و دستگیری، بے چارگاں اور مسافروں کی مدد کا سبب بنے۔

نبی کریم ﷺ بعد از نبوت بھی فرمایا کرتے تھے کہ آج بھی مجھے اس مجلس حلف الفضول کی رکنیت سرخ اونٹوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وہ نبی رحمت ﷺ ہیں جنھوں نے اعلان فرمایا: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ۔ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔ ترس (ہمدردی) کرنے والوں پر رحمن بھی ترس کھاتا ہے، تم اہل ایمان کے ساتھ نرمی (حسن سلوک) کرو، آسمان والا تم پر رحم (حسن سلوک) کرے گا (بخاری)

اسی لیے شاعر مشرق نے کہا تھا

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

یہی وہ وصف تھا جس کی بنا پر آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین کا لقب دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد قلندر قاضی سلیمان منصور پوریؒ کو غریق رحمت کرے۔ اس نے اپنی مشہور کتاب سیرت النبی کا نام ہی رحمۃ للعالمین رکھا اور اس میں آپ کے اس وصف رحمت (نرمی) کو اجاگر کیا۔ یہ کتاب نہایت قابل مطالعہ ہے جس میں آپ ﷺ کی محبت و عقیدت کا صحیح اظہار ہے۔ کاش! ہمارے واعظین بھی قصے کہانیوں کی بجائے سیرت النبی ﷺ کے

درخشاں پہلوؤں سے اپنی تقاریر کو مزین کریں۔

فرماتے ہیں رحمت کا معنی پیار، ترس، دیا، ہمدردی، غمگساری، محبت اور خبر گیری کے تمام معانی اس لفظ میں پائے جاتے ہیں۔ عالمین جمع ہے عالم کی جو علمیت سے علم کا معنی ہے کسی چیز کا نمودار ہونا، ظہور پکڑنا، اپنے کو نمایاں کرنا۔ اس لفظ کا استعمال انواع و اصناف اور اجناس کی تمیز کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم علوی، عالم سفلی بلکہ جذبات و ذہنیات اور اندرونی کوائف کے لیے بھی ہوتا ہے۔ عالم وجد، عالم شوق، عالم شباب، تو لفظ عالم کا اطلاق مخلوق مادی اور ذہنی تک وسیع ہے۔

اب اندازہ لگاؤ کہ اس مقدس ہستی کا جس کا سب سے پیار ہے سب پر ترس کھاتا ہے، وہ اپنے فیوض سے مادیات، ذہنیات، تصورات تصدیقات کو شادابی، صحت اور صداقت عطا کرتا ہے، اس نے عالم نباتات، عالم حیوانات کے حقوق کا تحفظ کیا، جذبات و کیفیات اور ذہنی خیالات تک کی اصلاح فرمائی۔ عالم بالا کی سیر کر کے رہنمائی فرمائی اور عالم سفلی کے قواعد مرتب کیے، اپنی رحمت سے اہل ایمان کو فیض یاب کیا، دنیا و عقبیٰ کی کامیابی سے سرفراز ہوئے، نہ ماننے والے اور کفر کرنے والے بھی اس کے فیض رحمت سے محروم نہ رہے کہ عذاب دنیا غرق و ہلاکت سے محفوظ رہے۔

رہبر کامل، امام الانبیاء ﷺ کی تعلیمات کسی خاص علاقے یا نسل کے لیے نہیں کہ صرف وہی بارگاہ الٰہی کا قرب حاصل کر سکتے ہیں یا آسمان کی کنجیاں اور نجات مسیح اور برہمنوں کے ہاتھ نہیں دیتا بلکہ اس کی نگاہ میں سب برابر ہیں۔ اسکے دربار میں مدعم سوڈانی، بلال حبشیؓ، فیروز خراسانی سلمان فارسیؓ، صہیب رومیؓ، اثاثہ مجدی سب کو جگہ ملتی ہے، وہاں حکمران اور کاہن بھی حاضری کو سعادت خیال کرتے ہیں۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا کا اظہار ہوتا ہے ان اعلیٰ و ارفع اوصاف حمیدہ کا حامل ہونے پر وہ اپنے آپ کو نسل انسانی سے بڑھ کر مافوق الفطرت چیز نہیں سمجھتا بلکہ کوتاہ نظروں کو بلندی تخیل عطا کرتا ہے، توہمات و تصورات کے پردوں کو ہٹا دیا، جہالت اور ناواقفیت کا رد کیا اور یہ ثابت کیا کہ کوئی انسان کمالات و مقام حاصل کر کے دائرہ انسانیت سے خارج نہیں ہوتا۔ اوتار الوہیت کے درجے پر فائز نہیں ہوتا بلکہ احی الموتی باذن الله و ابری الاکمه والابرص باذن الله کا اعلان کرتا ہے۔ رحمت باری تعالیٰ کے انعامات پر اتراتا نہیں بلکہ وہ کہتا ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ رب العالمین کی عنایت ہے۔ وَلَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ نہ مسیح کو عبدیت سے انکار ہے اور نہ مقرب کو ملائکہ کو، وہ تو بارگاہ الٰہی میں عاجزی و انکساری کے ساتھ حاضر ہونے کو سعادت سمجھتے ہیں، نہ کہ ان کے پیروکاروں کے تصورات و خیالات کے مطابق وہ درجہ الوہیت پر سرفراز ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ سے بھی اعلان فرما دیا۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ وہ عبد بھی ہے، رحمۃ للعالمین بھی۔ یہ نام مخلوق میں سے ماں باپ یا کسی عقیدت مند کا دیا ہوا نہیں جو جوش میں محبت یا تصور کا نتیجہ ہو بلکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت اور گنجینہ صداقت ہے جسے خود قدرت الٰہی نے آشکار فرمایا اور قیامت تک اس حقیقت کو ثابت رکھا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں بھی اخلاق و کردار کو مثالی بنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نماز عزت وسرفرازی کی ضامن ہے۔ خطاب

نماز دین اسلام کا اہم ترین رکن ہے اور نماز پنجگانہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں۔ نماز کو نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ نماز فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار حضرت الامیر شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی امیر جماعت اہل حدیث پاکستان نے 10 اکتوبر کے خطبہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ نماز نہ صرف دنیاوی عزت و عظمت کا سبب ہے بلکہ اُخروی نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔ تمام اہل اسلام کو چاہیے کہ بروقت نماز پنجگانہ ادا کریں یقیناً تمام تر مسائل کا حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے۔

(شعبہ نشر و اشاعت جماعت اہل حدیث پاکستان)

تقلید کے پردے میں دھرم کوٹی کی قلابازیاں

محمد احسان الحق علی پارک لاہور کینٹ

مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی کی تالیف "اہلحدیث یا شیعہ" کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ موصوف کا یہ شاہکار تضادات و خرافات کا مجموعہ اور تعصب و علمی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تمام اخلاقی ضابطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دھرم کوٹی صاحب نے اہلحدیث کو کند اور الٹی چھری سے ذبح کرنے سعی نامشکور کرتے ہوئے اپنی علمی پستی کا بھانڈا بھی پھوڑ ڈالا۔

مولانا صاحب نے ابتداء میں ہی "پردہ داری" کے عنوان کے تحت شرم و حیا کے تمام پردے پھاڑ ڈالے۔ انھوں نے اہل تشیع اور ایسے لوگوں کی تالیفات سے حوالہ جات پیش کیے جو یا تو انہی کی طرح کے بے حد متعصب حنفی تھے جیسے صاحب کشف الحجاب اور تنبیہ الضالین یا پھر زندگی کے کسی حصے میں رافضیت کی طرف مائل رہے ہیں جیسے علامہ وحید الزماں۔

ظاہر ہے دور رافضیت میں ان کی لکھی گئی کتب رافضی عقائد کی ہی آئینہ دار ہوں گی مگر اس عقیدہ سے توبہ کے بعد ان کتب سے دلائل پیش کرنا سراسر ناانصافی اور دھوکہ بازی ہے۔ ویسے بھی ایک مقلد اگر دوسرے مقلد کو یا ایک اہلحدیث کسی مقلد کو اس کے اکابر کی تحریر بطور ثبوت پیش کرے تو بجا، مگر کسی غیر مقلد اہلحدیث کو ایسے دلائل پیش کرنا اچھنبے سے کم نہیں۔

افسوس! علامہ شوکانی نے زیدیہ سے اقتباس کیا تھا حالانکہ بمطابق حدیثِ نبوی (ﷺ) علم مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے جہاں سے ملے اٹھا لے۔ اسی لیے متفق علیہ طور پر غیر مذہب والوں سے علم حاصل کرنا جرم نہیں۔ ہندوستان میں کتنے ہی مسلمانوں نے ہندوؤں سے تعلیم حاصل کی، کتنے ہی مسلمان یورپ اور امریکہ میں تحصیلِ علم کی غرض سے جاتے ہیں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ والی بات اگر درست ہے تو یہ اس دور کی بات ہے جب چین پر ضلالت و گمراہی کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

خود نبی ﷺ نے کافر و مشرک بدری قیدیوں سے اہل اسلام کو تعلیم دلائی تو شوکانی نے زیدیہ سے تعلیم پا کر کونسا جرم کر لیا۔ مصنف نے صفحہ 7 پر فتح القدیر سے جو اقتباس نقل کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کے کمالات دیکھ کر شوکانی غیر مقلد ہوئے اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ تقلید اور علم میں باہمی تضاد ہے۔ اسی لیے کہا گیا: **لا یسمی المقلد عالما** مقلد کو عالم نہ کہا جائے۔ (**الروضۃ الندیہ**)

نقل کے لیے بھی عقل چاہیے

صفحہ 7 پر شیخ الکل میاں نذیر حسینؒ کو اہلحدیث تسلیم کیا مگر آگے صفحہ 13 پر تاریخ اہل حدیث سے ایک جملہ ناقص نقل کرنے سے پہلے لکھا: "میاں نذیر حسین کا فتویٰ ہے کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہیں" پھر اگلے صفحہ 14 پر اس بیان کی تردید بھی کر ڈالی۔ (کیا شیخ الکل نے اپنے تئیں رافضی ہونے کا فتویٰ دیا تھا: **اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ**؟)

حدیث اور سنت

مصنف کے نزدیک حدیث اور سنت میں فرق ہے جبکہ تمام اہلسنت کے نزدیک یہ ایک ہی چیز کے دو اصطلاحی نام ہیں۔ آپ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کا نام حدیث ہے۔ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں کئی قسم کے احتمالات ممکن ہیں جبکہ سنت میں نہیں (ملخصاً) گویا قولی اور تقریری حدیث کی صحت کو ماننے سے آنجناب منکرین حدیث کی طرح گریزاں ہے۔

انھیں صرف فعلی حدیث (سنت) پر ہی اعتماد ہے لہٰذا ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ پھر احناف جلسۂ استراحت کیوں نہیں کرتے (

جو عمل سنت ہے) اور قومہ میں ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کیوں نہیں پڑھتے کہ تقریری سنت ہے۔ رکوع و سجود میں سکون کیوں ضروری نہیں سمجھتے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ عملاً قولاً اور حکماً ثابت ہے۔ (مشکوۃ)

اگر سنت (عمل نبوی) تمام احتمالات جیسے ترک و تنسیخ سے مبرا ہے تو تم رفع الیدین جیسی دائمی عملی سنت کو متروک و منسوخ قرار دیتے ہوئے قولی حدیث کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟ (جس میں بقول آپ کے مخالف احتمالات ممکن ہیں) آپ کے ہاں کوئی اصول بھی ہے یا شتر بے مہار کی طرح جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ یا پھر شاید آپ کے ہاں دہرے معیار پائے جاتے ہیں۔؟؟؟

مصنف نے صفحہ 10 پر شاذ اور مفرد حدیث کی بحث چھیڑ نے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ تمام سنن بھی سنن متواترہ نہیں ہوتیں، آپ لوگوں نے ہی سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کی اصطلاحات متعارف کرائی ہیں پھر تعصب کی انتہاء دیکھئے کہ بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ نوافل قبل از نماز مغرب کا انکار کر دیا۔

حالانکہ کتب ستہ میں اس کی وضاحت اور تفصیل موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: نماز مغرب سے پہلے دو نفل پڑھا کرو پڑھا کرو، پڑھا کرو اور آخر میں فرمایا جس کا جی چاہے۔ (مشکوۃ) اگر حضور ﷺ آخری جملہ ارشاد نہ فرماتے تو یہ نوافل بھی (حنفی اصطلاح میں) سنن مؤکدہ کا درجہ پا جاتے۔

جناب صفحہ 13 پر رقمطراز ہیں: "باقی رہے شافعی یا حنبلی تو وہ یہاں تھے ہی نہیں اور اب بھی نہیں ہیں اور اس وقت تو حرمین شریفین میں بھی حنفیوں کی حکومت تھی حنبلی اگر (رفع الیدین اور آمین بالجہر) کرتے بھی ہوں گے تو ان کا انفرادی فعل ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ الاخر۔

اگر کوئی مقلد ہو کر آمین بالجہر یا رفع الیدین کرے تو ٹھیک لیکن اگر کوئی غیر مقلد کرے تو حضور عالی جاہ ناراض: آخر کیوں؟ نیز اگر شوافع کو بوجہ تقلید برحق سمجھتے ہو تو جاؤ تم بھی مینڈک اور کچھوے کھاؤ اور ہاں یہ بھی تو بتاتے جاؤ کہ اپنے دور میں کس نے کعبہ میں چار مصلے رکھوا کر اختلاف و تعصب کو ہوا دی تھی؟؟

پانی پتی کے تجزیے کا تجزیہ

اسی صفحہ پر موصوف نے "مولانا قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کا تجزیہ" کے عنوان کے تحت لکھا کہ "چنانچہ روافض کی ساری علامتیں اس فرقہ میں موجود ہیں، جیسے، (1) تراویح کا انکار اور انہیں بدعت بتانا (2) ضاد عجمہ کو ظا پڑھنا شعار روافض ایران ہے (3) جب ان کا مذہب پوچھیے تو محمدی بتلائیں گے یہی قول روافض کا ہے کہ مذہب اور دین کو ایک جانتے ہیں (4) اہل سنت کو حنفی، شافعی ہونے کی وجہ سے مشرک کافر جاننا یہ عین قول روافض ہے۔ (5) سنن ماثورہ کو چھوڑ دینا عین عمل شیعہ ہے (6) مخالف اہل سنت کو مذاہب اربعہ سے دلیل در حقیقت جاننا شیعہ کا عین عقیدہ ہے (7) جمع بین الصلوتین عین مذہب روافض ہے (8) ایک حدیث جہر آمین کی لے کر قرآن کو رد کرنا عین قول شیعہ کا ہے (9) بموجب قول الحرج مدنوع عورت غیبت شوہر میں جب دیر ہو جائے چاہے نکاح کر لے، یہ بدلہ متعہ کا ان لوگوں نے قرار دیا ہے اور مولوی عبدالحق بنارسی کا فتوی جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہے۔"

جواب آنکہ

(1) یہ الزام محض ہے، اہلحدیث نماز تراویح پڑھتے اور اسے مسنون سمجھتے ہیں۔ ہاں البتہ تمہارے بعض نے اپنے ہی بزرگوں (انور شاہ کاشمیری) سے اختلاف کرتے ہوئے تہجد اور تراویح میں فرق ثابت کرنے کی ناکام اور غیر منصفانہ کاوشیں کی ہیں۔

(2) عربی تجوید سے لاعلمی اور عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ ضاد اور ظا کے مخارج الگ الگ ہیں۔ نیز غیر علاقہ کے لوگوں کے لیے قرأت میں رعایت کا ثبوت بھی ہے۔ الیس ھذا ھو الحق۔

(3) تم حنفی کہلاؤ تو ٹھیک، ہم محمدی کہلائیں تو آپ ناراض؟ دین اسلام اور مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کی طرح "محمدی" بتانا جرم کیوں؟ یہ تو ایک ایسی شاہراہ ہے جو راستے کی تمام (چھوٹی) سرائے کو بائی پاس کرتے ہوئے براہ راست سوئے منزل جاتی ہے۔

(4) اہلحدیث آئمہ اربعہ کی تکفیر نہیں تو قیر کرتے ہیں بلکہ ان کے اصل پیروکار یہی ہیں، امام ابوحنیفہ کی طرح صحیح حدیث ان کا مذہب ہے۔

امام احمد کی بات مانتے ہوئے یہ کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ امام مالک سے انہیں اتفاق ہے کہ دنیا بھر کسی کی کوئی بات مانی اور کوئی چھوڑی جا سکتی ہے ماسوائے نبی اکرم ﷺ کے۔ اسی طرح کئی مسائل میں امام شافعی کی توثیق بھی کرتے ہیں۔

فرق یہ ہے کہ تم ایک کام اس لیے کرتے ہو کہ تمہارے مخصوص امام نے سنت سمجھ کر کیا اور ہم اس لیے کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کیا (فرق صاف ظاہر ہے) کیا براہ راست پیروی اور بالواسطہ پیروی میں فرق نہیں۔

مالهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا۔

(5) سنن ماثورہ کو ترک کرنا احناف کا ہی شیوہ ہے۔ جیسے نماز جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھنا جبکہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھی اور فرمایا: لتعلموا انها سنة تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔

(6) مبہم اور بے ربط بلکہ نادرست جملہ ہے۔

(7) کیا نبی ﷺ سے جمع بین الصلوتین ثابت نہیں؟ جبکہ کتب ستہ میں ہے آپ نے مسجد میں بغیر کسی خوف وخطر اور خرابی موسم کے دو، دو نمازیں اکٹھی پڑھائیں ہم بھی اس کے جواز کے قائل ہیں مگر ہمارا یہ معمول نہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کا بھی معمول نہیں تھا۔

(8) کیا دلیل کے لیے ایک حدیث کافی نہیں ہے؟ کیا ایک ہی حدیث الائمة من القريش سن کر سقیفہ بنوساعدہ میں جمع تمام مہاجرین وانصار خاموش نہیں ہو گئے تھے؟

پھر یہ کہنا کہ حدیث پر عمل کرنے سے قرآن کی مخالفت ہوتی ہے، دراصل نبی اکرم ﷺ پر تہمت اور الزام ہے کہ آپ نے قرآن کے برعکس کیا جبکہ صاحب قرآن ﷺ تو قرآن کی عملی اور چلتی پھرتی تصویر تھے

(9) ایک طرف تو تم مسئلہ طلاق میں حضرت عمرؓ کے تعزیری اور مرجوع فیصلے کی آڑ لے کر مجلس واحد کی تین طلاق کو تین گردانتے ہو اور ابوداؤد شریف میں تحریف لفظی کا ارتکاب کر کے بیس رکعات نماز تراویح کو حضرت عمر سے منسوب کر کے حنفیت کی وکالت کرتے ہو اور دوسری جانب مفقود الخبر کے مسئلہ میں فاروقی فیصلے کے برعکس فقہ کے تحفظ میں عمر 99 سال اور 120 سال نکاح ثانی کے قائل ہو۔ کیا عقل اس کی اجازت دیتی ہے کہ 120 سالہ عجوزکو شادی کی خواہش ہوگی؟ سید ھی طرح اس بیچاری پر دفعہ 144 ہی لگا دو۔

معنوی تحریف

مولانا صاحب صفحہ 17 پر یوں گل فشانی فرماتے ہیں کہ: سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے واللہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ضرور بضرور قیامت سے پہلے دجال آئے گا، اور دجال تیس یا اس سے زائد کذاب آئیں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کی نشانی کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمھارے پاس ایسا طریقہ لے کر آئیں گے جو تمھارے ہاں معمول بہ نہیں ہوگا تاکہ اس کے ذریعے تمھاری ملت اور تمھارے دین کو بدل دیں پس تم ان سے بچ کر رہو اور ان سے دشمنی کرو۔"

اسے کہتے ہیں تحریف معنوی: اگر اس حدیث رسول اللہ ﷺ کا یہی مفہوم ہے تو کیا مولانا صاحب بتلانا پسند فرمائیں گے کہ 500 سال بعد تقلید شخصی کا پتہ کن لوگوں نے زمپ تن کرتے ہوئے دین میں غیر معمول بہ کام شروع کیا؟ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مولانا صاحب پوری حدیث کا متن بھی نقل فرما دیتے مگر نہیں، ایسا کرنے سے ان کا مقصد حل نہ ہوتا کیونکہ اس میں ہے کہ وہ دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کریں گے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ احناف میں نت نئی نئی بدعات و ایجادات کا رواج عام ہے اور اہلحدیث ان کی مخالفت میں کمربستہ ہیں لیکن اگر کہیں ایک سنت متروک ہو یا معمول بہ نہ ہو تو کیا اس کا احیاء بھی ضروری نہیں؟ نیز اگر اس حدیث کے یہی معانی ہیں تو بتایئے آپ حرمین شریفین میں ترک رفع الیدین و آمین بالجہر اور غیر معمول بہ کام کر کے اس حدیث کی زد میں کیوں آتے ہو؟

(جاری ہے)

جماعتی خبریں

خدمت خلق عین عبادت ہے

اہل ثروت وخوش حال اہل ایمان جہاں عید قرباں کے موقع پر قربانی کے جانور، خوردونوش، بچوں کے کھلونے اور دیگر ضروریات زندگی کی شاپنگ میں مصروف تھے وہاں سیلاب زدگان بے چارے اللہ کی رحمت پر اُمید لگائے بیٹھے تھے شاید ہمارے لیے بھی کوئی سامان عید بھیجے۔ یقیناً تمام مسلمانوں نے اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کی دل کھول کر مدد کی ہے جو **انما المومنون اخوۃ** کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

خدمت خلق کے اس اہم فریضے میں الحمدللہ جماعت اہلحدیث بھی پیش پیش ہے جیسا کہ جماعت اہلحدیث لاہور نے سلطان المناظرین ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام متاثرین سیلاب کے لیے عید کے موقع پر راشن کا بہترین انتظام کیا۔ راشن کے ہر تھیلے میں 10 کلو آٹا، چاول، گھی، چینی، چنے، دالیں، چائے کی پتی، سرخ مرچ، نمک، سویاں اور خشک دودھ کے ڈبے پیک کیے گئے تھے۔

متاثرین سیلاب کی امداد کے لیے یہ سامان پہنچانے کے لیے جماعت اہل حدیث کے مرکزی دفتر جامع مسجد القدس چوک دالگراں لاہور سے 14 اکتوبر بروز منگل بعد نماز فجر مولانا شاہد محمود جانباز امیر جماعت اہل حدیث کی زیر قیادت روانہ ہوا۔ یہ قافلہ سفری صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے بحفاظت ممکنہ مقام کشمیری بارڈر کے نزدیک صالح پور، سہیل پورہ، بدوال پہنچا تو وہاں کے لوگ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا شاہد محمود جانباز نے متاثرہ گاؤں کا سروے کیا اور مستحقین لوگوں میں ٹوکن دیے، اس طرح منظم انظام کے تحت مستحق اور غریب لوگوں میں راشن تقسیم کیا گیا۔

متاثرین کا کہنا تھا کہ یہاں آتے تو بہت لوگ ہیں لیکن پیچھے باؤنڈری لائن سے ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ واحد جماعت اہلحدیث کے کارکنان ہیں جنھوں نے ہمارے گھروں میں پہنچ کر ہماری نہ صرف مدد کی ہے بلکہ بھرپور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آئندہ بھی تعاون جاری رکھنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔

قارئین کرام! متاثرین سیلاب میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ جن کے گھر، مال ودیگر ضروریات زندگی ان سے چھن چکے پھر بھی انھوں نے توکل علی اللہ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، لیکن برعکس ایسے لوگ جو اپنے آپ کو تنگ دست غریب و مستحق باور کرا کر ان لوگوں کا حق مارتے ہیں جو اپنی سفید پوشی کی بنا پر سوال نہیں کرتے لہٰذا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ اس کار خیر میں جماعتی وفد میں سلمان عادل، عبدالقدیر بٹ، قاری محمد افضل سلفی ودیگر احباب شامل تھے۔ تمام مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ **تعاونوا علی البر والتقوی** کے پیش نظر ہمارے دست بازو بنیں اور یہ تمام اہل اسلام کا حق بنتا ہے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں سے تعاون جاری رکھیں تاکہ وہ بھی خوشحال زندگی بسر کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ (شعبہ نشر واشاعت جماعت اہل حدیث لاہور)

ضروری اعلان

عام وخاص کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قاری عبدالمجید، مولوی محمد اسلم، مولوی عثمان قادر کو جامعہ محمدیہ طرف سے فارغ کر دیا گیا ہے لہٰذا آئندہ ان کا جامعہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ ہی ادارہ ان کے کسی قسم کے قول وفعل کا ذمہ دار ہوگا۔ (منجانب: ناظم اعلیٰ الجامعہ المحمدیہ اوکاڑا)

ضرورت رشتہ

دو بہنیں بڑی کی عمر 23 سال تعلیم ایف اے اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھی ہوئی ہے اور چھوٹی کی عمر 20 سال تعلیم بی اے اور قرآن پاک کا ترجمہ پڑھی ہوئی ہے۔ ہم عمر، نیک، صالح اہل حدیث برسر روزگار فیملی رابطہ کریں۔ ذات کی کوئی قید نہیں، نیز لاہور وگردونواح کو ترجیح دی جائے گی۔ (عمر فاروق تابانی 0307-4776970)

اعتذار

گذشتہ شمارے میں اداریے کی ہیڈلائن میں 84 کی بجائے 48 لکھا گیا تھا، قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔ شکریہ (ادارہ)

WEEKLY
TANZEEM AHL-E-HADITH CPL-104
LAHORE